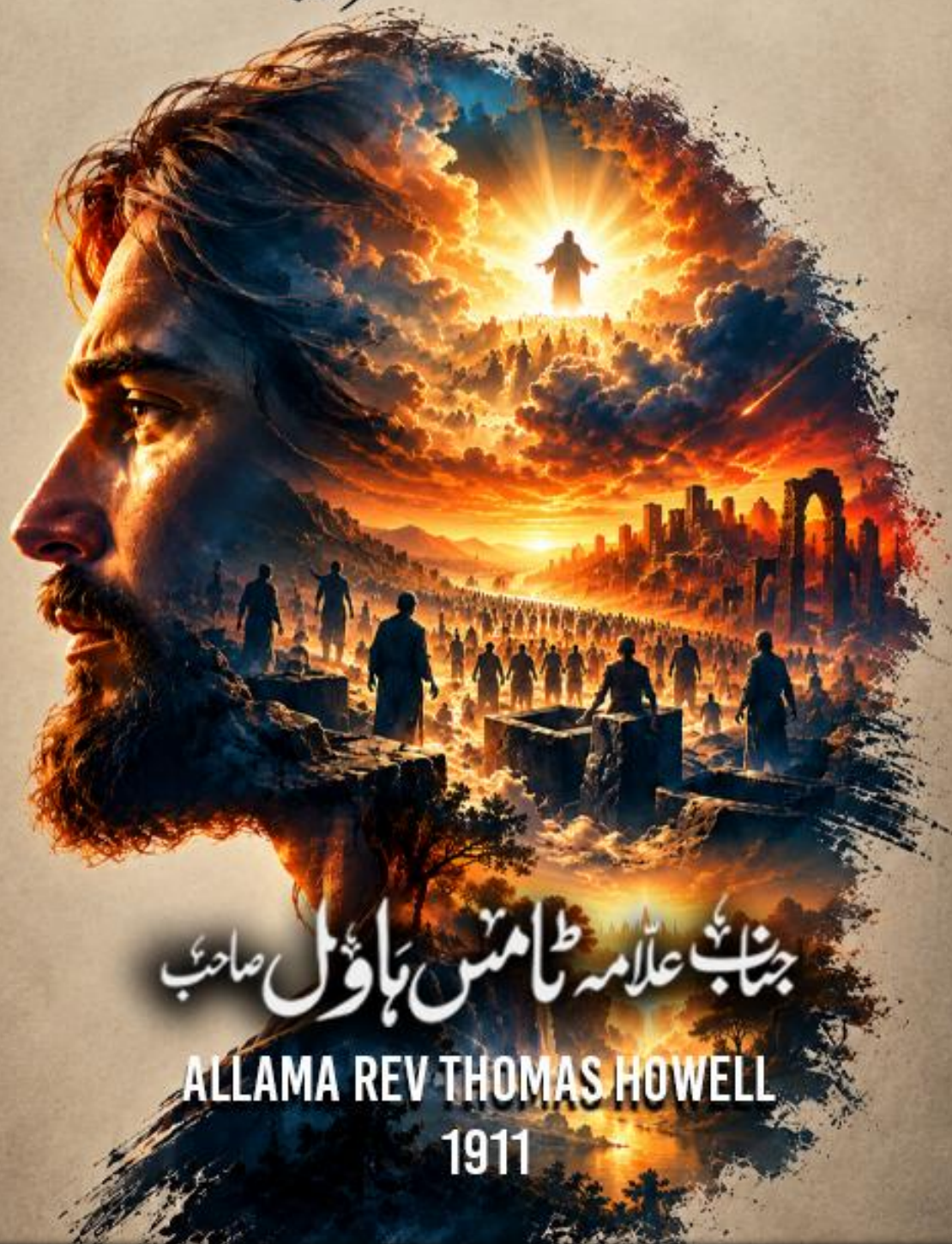


THE REVELATION OF THE MYSTERIES OF THE
END TIMES

کاشف الاسرار قیامت



جناب علامہ ٹامس ہاؤل صاحب

ALLAMA REV THOMAS HOWELL

1911

The Revelation of the Mysteries of the End Times

By
Allama Rev Thomas Howell
Church of England Lahore

کاشف الاسرار قیامت

مولفہ

علامہ پادری ٹامس ہاول صاحب بشیر

پاسٹر کلیسیا چرچ آف انگلینڈ لاہور

1911

غلام قادر مسیحی پرنٹر لاہور کی معرفت
نولکشور پریس لاہور میں چھپی

فہرست مضامین

دیباچہ

پہلی فصل	قیامت مُردگان کے امکان و ضرورت کے بیان میں
دوسری فصل	قیامت کی نسبت تمام مذاہب کے لوگوں کے اقبال کے بیان میں
تیسری فصل	قیامت کی نسبت عقلی ثبوت کا بیان
چوتھی فصل	معجزات سے ثبوت قیامت کا بیان
پانچویں فصل	خداوند مسیح کے جی اٹھنے سے قیامت مُردگان کا بیان
چھٹی فصل	خداوند مسیح کی موت اور جی اٹھنے کی نسبت کتب سماوی و قرآن کے اتفاق کا بیان
ساتویں فصل۔	آیت قرآنی اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ۔ کی تشریح و تفہیم و کتب سماوی سے مطابقت کے بیان میں
پہلی تشریح	سید احمد خان صاحب کی
دوسری تشریح	مولوی محمد حسن صاحب امر وہی کی
تیسری تشریح	مولوی محمد چراغ الدین صاحب کی
چوتھی تشریح	ایک مسیحی کی
آٹھویں فصل	خداوند المسیح کے مردوں میں سے زندہ ہو کر آسمان پر جانے اور علم قیامت ہونے کے بیان میں
نویں فصل	
اول	خداوند المسیح کے آسمانی تخت پر بیٹھنے کے باب میں
دوئم	خداوند المسیح کے آسمان سے واپس آنے کے باب میں
سوئم	خداوند المسیح کے دجال و یا جوج ماجوج پر فتح پانے کے بیان میں
چہارم	خداوند المسیح کے مردوں کو جلانے و آخری عدالت کرنے کے بیان میں

دیباچہ

بعد حمد و تعریف خدا قادر مطلق کے واضح ہو کہ یہ مضمون اگرچہ مشکل ہے تو بھی نہایت ضروری ہے کہ اس پر غور کی جائے۔ کیونکہ اس اُمید کے بغیر ہماری آئندہ کی اُمیدیں۔ اور نیکی و بدی کے خیالات سب ہیچ (کنما) معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اس مسئلہ پر غور کرنی۔ اور اُمید پر صبر و تسلی کے ساتھ نیکی کرنے میں زندگی بسر کرنی از بس لازم و مناسب ہے۔ کیونکہ جو کوئی اس اُمید کے بغیر جیتا ہے وہ حیوانوں (جانوروں) کی سی زندگی گزارتا ہے۔ اور ایسے شخص کی سوائے اس کے اور کوئی اُمید نہیں ہو سکتی۔ کہ آؤ کھائیں پیئیں کیونکہ کل مریں گے۔ افسوس قیامت کے منکر (انکاری) نہ نیکی کے اجر (پھل) اور نہ بدی کے سزا و عدل و رحم کا خیال کرتے ہیں۔ اور نہ اپنی بقا (ترقی) کو فکر میں لا کر اس جہان سے کوچ (وفات پا جانا) کرنے کے تیار ہوتے ہیں۔ وہ اگرچہ اپنی ضمیر سے راحت و رنج (خوشی و غم) کو محسوس کرتے۔ اور موت ان کو ایسا دشمن نظر آ رہی ہے جو انہیں نا اُمیدی کے گڑھے میں ہلاک کر ڈالے گی۔ تو بھی وہ اپنے انجام پر کچھ نہیں سوچتے۔ اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مگر صادق لوگ جو قیامت مُردگان (مُردے) کے مقرر ہیں۔ وہ مرنے پر بھی اُمیدوار ہیں۔ (ایوب ۱۹: ۲۳-۲۷) اے کاش کہ میری باتیں اب لکھی جاتیں کاش کہ وہ ایک دفتر میں قلم بند ہوتیں۔ کہ وہ لوہے کے قلم اور سیسے سے پتھر پر نقش کی جاتی جو ابد تک باقی رہتیں۔ کیونکہ مجھ کو یقین ہے۔ کہ میرا فدیہ (مال، روپے یا جان دے کر کسی قیدی کو رہا کروانا) دینے والا زندہ ہے۔ اور وہ روز آخر زمین پر اُٹھ کھڑا ہو گا۔ اور ہر چند میرے پوست (کھال، چھلکا) کے بعد میرا جسم کرم خوردہ (پُرانا، بوسیدہ) ہو گا۔ لیکن میں اپنے گوشت میں سے خدا کو دیکھوں گا۔ اسے میں اپنے لیے دیکھوں گا اور میری ہی آنکھیں دیکھیں گی نہ کہ بیگانے کی۔

پہلی فصل

قیامت مُردگان کے امکان اور ضرورت کے بیان میں

ہم اس امر کو دانی ایل نبی کو پیش گوئی سے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ نبی ڈھائی ہزار برس گزرے کہ نبوکد نظر بادشاہ کے عہد میں زندہ اور صوبہ بابل کا ایک بڑا حاکم تھا۔ اور سب فالگیروں و نجومیوں (غیب کی پوشیدہ باتیں بتانے والا) کا استاد تھا۔ کہ جس کو جبرائیل فرشتے نے کہا ”تو بہت عزیز ہے“ (دانی ایل ۹: ۲۳)۔ اور خدا تعالیٰ نے خود اس کی صداقت کی بابت گواہی دی۔ اور اسے نوح و ایوب کے برابر ٹھہرایا (حزقی ایل ۱۴: ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۲۰)۔ سودانی ایل نبی کی کتاب میں یہ پیش گوئی یوں لکھی ہے۔ (دانی ایل ۱۲: ۲-۴) ”اور ان میں سے بہتیرے جو زمین پر خاک میں سو رہے ہیں جاگ اٹھیں گے۔ بعض حیات ابدی کے لیے۔ اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے لیے۔ پر اہل دانش (عقل مند لوگ) فلک کی چمک (آسمان کی روشنی) کی مانند چمکیں گیں۔ اور جن کی کوشش سے بہتیرے صادق ہو گئے ستاروں کی مانند ابدالا آباد تک۔ لیکن تو اسے دانی ایل ان باتوں کو بند کر رکھ۔ اور کتاب پر آخر وقت تک مہر (دوستی، محبت) کر رکھ۔“ بہتیرے سر اسر ملاحظہ کریں گے۔ اصل میں ہے ادھر ادھر دوڑیں گے اور دانش زیادہ ہوگی۔ قریباً ڈھائی ہزار برس گزرے کہ دانی ایل نبی نے یہ باتیں لکھی تھیں۔ اس وقت ملکوں میں آنا جانا اور سفر کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ اور علم کا بھی ایسا چرچانہ تھا جیسا کہ آج کل ہے۔ آج کل بہت عمدہ سامان سفر کرنے خبر دینے کے موجود ہیں جو اس زمانہ میں نہ تھے۔ کہ جس وقت وہ ادھر ادھر آنے جانے۔ اور دانش کے زیادہ ہونے کی پیش گوئی کرتا ہے۔ جو آج کل پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ ہمارا زمانہ بہت ہی عجیب ہے۔ سفر کرنے کے لیے ریل گاڑی۔ دانش کی افزونی (زیادتی) کے لیے علم و ہنر۔ خبر رسانی (خبر پہنچانے) کے لیے تار برقی۔ اور روشنی کے لیے برقی اور گیس کی روشنی کیسی عجیب و مفید (فائدہ مند) ہیں۔ اب روشنی ڈال کر آدمی کے جسم کے اندر بلکہ ہڈی کے گودے تک کو بھی دیکھ سکتے ہیں۔ کل کے ذریعہ سے آواز بند کر سکتے اور پھر ویسی ہی سنا سکتے ہیں۔ اور مرغی کے انڈے سے بجائے اکیس دن کے اکیس گھنٹوں میں گرمی پہنچا کر بچہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اڑنے والے جہاز میں اڑ کر سینکڑوں میلوں کا سفر طے کر سکتے ہیں۔ الغرض ہوائی اور برقی طاقت سے بڑے بڑے حیرت انگیز کام کئے جا رہے ہیں۔

پس جب کہ دانش کی زیادتی سے ایسی تعجب خیز وحیرت انگیز باتیں و وقوع میں آرہی ہیں تو کیا اور باتیں جو نبی نے فرمائیں پوری نہ ہوں گی؟ لہذا ایسی ترقیوں سے ظاہر ہے۔ کہ ہماری یہ چند روزہ زندگی ایک وسیع نظام سے کسی نہ کسی طرح کا علاقہ رکھتی ہے۔ اور سلسلہ معاملات جو ہمارے دیکھنے میں آتا ہے وہ زمانہ ماضی و حال و استقبال کے ایسے معاملات سے جو ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے متعلق ہے۔ اور ہم ایک ایسے نظام میں جو محدود نہیں بلکہ ترقی پذیر ہے پیدا کئے گئے ہیں۔ کوئی شخص جس کے حواس درست ہوں یہ نہ کہے گا۔ کہ اس جہان کا بغیر ایک موجد و قادر (ایجاد کرنے والا) حاکم مدبر (صلاح کار، معتبر، دانشمند) کے پیدا ہونا اور اس طرح جاری رہنا زیادہ آسانی سے فہم میں آتا ہے۔ یہ نسبت اس کے کہ جہان کا وجود ایسے موجد و

حاکم کے وسیلے سے پیدا ہونا و جاری رہنا فہم میں آئے۔ جو قادر مطلق۔ علم و ارادہ سے کام کرنے والا ہو۔ پس ایک موجد و حاکم مدبر کا وجود تسلیم کئے بغیر کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ نیز تمام ضابطہ عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم کے موجد کا ارادہ اور خاصہ۔ نیکی۔ عدل اور خوبی سے موصوف (جس کی صفت ہو، جس کی تعریف ہو) ہے۔ اور اس نے جمیع ذی الحیات کے لیے کوئی نہ کوئی خدمت و حصہ معین (مقرر) کیا ہے۔ اور ہم اعلیٰ درجہ کی تکلیف اور خوشی کی لیاقت رکھتے ہیں۔ اور افعال حسنہ سے خوشی اور قبیحہ (بری) سے رنج (دُکھ) ملحق (جڑا ہوا) ہے۔ اور غیر فانی ہونے کی کل توقع خواہ زیادہ یقینی ہو خواہ کم ہماری اُمید اور خوف کے لیے وسعت لا انتہا پیدا کرتی ہے۔ اور خدا کی حکومت طبعہ جس کے ماتحت ہم اپنے آپ کو تجربہ سے پاتے ہیں حکومت عادلہ (انصاف کرنے والے حاکم یا حکومت) پر دلالت (نشان یا علامت) کرتی ہے۔ اور جس حال میں ہم دیکھتے ہیں کہ اس جہان میں تمام جرائم کی سزا و حُسن خدمت کی پوری پوری جزا نہیں ملتی۔ کہ کتنے جرائم کے مجرم چالاک اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ سزا سے بچ جاتے ہیں اور بعض اوقات بے جرم اشخاص مجرم قرار دیئے جا کر سزا پاتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور عالم میں پورا پورا فیصلہ ہو گا۔ کہ نیکی کی جزا و بدی کی سزا خدا ئے عادل (انصاف) دے گا۔ اس لیے یہ امر لازمی و ضروری ٹھہرتا ہے کہ تمام مُردگان (مُردے) سزا و جزا کے پانے کو جی اُٹھیں۔

خُزُاْہِدِیْ

دوسری فصل

قیامت کی نسبت تمام مذاہب کے لوگوں کے اقبال کے بیان میں

وہ سب لوگ جو کوئی نہ کوئی مذہب رکھتے ہیں یہ مانتے ہیں کہ موت کے بعد انسان کی روح زندہ رہتی ہے۔ چنانچہ مسیحی و محمدی اس بات کو مانتے ہیں کہ قیامت ہوگی۔ اور سب مردوں کی روہیں ان کے قالب عنصری (جسم) میں پھر ڈالی جائے گی۔ اور سب مردے جی اٹھیں گے۔ اور ان کی عدالت ہوگی اور ہندو صاحبان بھی موت کے بعد روح کے باقی اور زندہ رہنے کو مانتے اور فرماتے ہیں کہ روح بذریعہ تناسخ (ایک صورت سے دوسری صورت اختیار کرنا) کئی ایک جسموں میں داخل ہو ہو کر اپنے کرموں (اعمال) کی سزا و جزا پاتی رہتی ہے۔ ہم میں اور ان میں صرف اس بات کا فرق ہے کہ مسیحی و محمدی تو موت کے بعد ایک ہی دفعہ روح کے لیے جسم کا تیار و قائم کیا جانا مانتے ہیں۔ کہ جس میں ہو کے وہ سزا و جزا کو حاصل کر لے گی۔

لیکن ہندوؤں کے نزدیک روح کے سزا و جزا پانے کے لیے تناسخ (ایک صورت سے دوسری صورت اختیار کرنا) میں سینکڑوں بار طرح طرح کے جسم تیار و قائم کئے جاتے ہیں۔ پس سینکڑوں بار مختلف اجسام کا بننا اور ان میں بار بار روح کا داخل ہو کر قیام پذیر ہوتے رہنا ایک یا دو بار ایک ہی قسم کے جسم کے بننے اور اس میں روح کے داخل ہو کر قیام پذیر ہونے کو باطل نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ہی بار پھر اسی قسم کے جسم کا بننا اور اس میں روح کا پھر قیام پذیر ہونا آسان تر معلوم ہوتا ہے۔ یہ نسبت سینکڑوں بار مختلف اقسام کے قابلوں (انسانی جسم) کے بننے و اختیار کرتے رہنے سے۔ جیسا کہ ہاتھی کی روح کا چھوٹی کی بدن میں یا چھوٹی کی روح کا شیر کے بدن میں جانا محال معلوم ہوتا ہے۔ پھر سو ردل انسان کا سور بن جانا بھی عدل کے تقاضا کے بالکل برخلاف ہے۔ یا میلے کپڑے کو صاف کرنے کی غرض سے کچھڑ کی نالی میں ڈالنا بھی بالکل خلاف عقل ہے۔

نیز یہ اصول بھی سب کا مسلمہ ہے کہ روح کو جسم میں سزا و جزا کا ملنا واجب و لازم ہے۔ اور عقل بھی یہی قبول کرتی ہے کہ جب کہ روح نے جسم میں ہو کر سزا و جزا کے لائق کام کئے ہیں تو سزا و جزا بھی اسی جسم ہی میں پانی واجب ہے۔ اور اگر وہ اسی ہی قسم کا جسم ہو کہ جس میں سب کچھ کیا گیا تھا تو یہ اور بھی مناسب اور عدل کے شایان (لائق، مناسب) ہو گا۔

تیسری فصل

قیامت کی نسبت عقلی ثبوت کے بیان میں

(۱) عقل کے نزدیک کسی چیز کا نیست (تباہ و برباد) ہو جانا ممکن ہے۔ البتہ شکل میں تغیر و تبدل (تبدیلی) تو ہر ایک چیز کا ہو سکتا ہے۔ لیکن کوئی چیز بذاتہ نیست نہیں ہوتی۔

(۲) جسم اور فاعل ذی حیات کے ایک دوسرے سے متاثر ہونے سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ جسم کا تحلیل (ٹھل جانا، علیحدہ علیحدہ ہو جانا) ہو نا فاعل ذی حیات (جاندار، زندہ) کی ہلاکت ہے۔ جیسا کہ ہاتھ پاؤں کا کٹ جانا روح کی ہلاکت کا باعث نہیں ہوتا ویسا ہی جسم کا تحلیل ہونا بھی روح کی ہلاکت کا باعث نہیں ٹھہر سکتا۔

(۳) جائے غور ہے کہ فی الحال کس قدر جسمی تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر فرماتے ہیں کہ ہمارا جسم سات برسوں کے عرصہ میں بالکل تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارا وہ جسم جو لڑکپن میں تھا جوانی میں نہیں رہا۔ اور جو جوانی میں تھا وہ بڑھاپے میں نہیں رہا۔ لیکن باوجود ان بڑی تبدیلیوں کے ہم وہی شخص رہے ہیں۔ سو اس سے ظاہر ہے کہ شخص اصلی کا وجود تبدیلیات ذرات عناصری کے ہر سن میں وہی قائم رہنا ہماری قیامت کے بدن کے مشابہ ہے۔ جیسا کہ ذرات عناصری کے تبدل و تغیر (تبدیلی یا واضح بدلاؤ) میں شخص اصلی کا نقصان نہیں ہوتا۔ ویسا ہی قیامت کے بدن کے ملنے سے بھی نقصان نہیں ہو سکتا۔ پس جب کہ ایک حال میں ہم وہی رہے ہیں تو دوسرے میں ہم کیوں وہی نہ رہیں گے۔

(۴) جب کہ خدا نیست سے ہست (کچھ بھی نہ ہونے سے وجود بخشنا) کر سکتا ہے۔ تو کیا وہ مردہ اشیا کو پھر زندہ و بحال نہیں کر سکتا۔ مثلاً پہلا آدمی۔ پہلا گھوڑا۔ پہلا ٹیل۔ پہلا مرغ یا انڈہ۔ پہلا بیج یا درخت وغیرہ۔ اگر نیست سے ہست نہیں ہوا تو کیسے پیدا ہو گیا؟

(۵) قیامت کی بہت تشبیہیں ہیں جو روز بروز ہمارے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ مثلاً

الف۔ دن کی قیامت۔ رات کے بعد صبح کی امید کیسی خوشی بخشی ہے۔

ب۔ موسم کی قیامت۔ خزاں کے بعد بہار کی اُمید کیسی فرحت بخش ہے۔ وہ باغ جو ہر ابھرا اور خوشنما تھا۔ موسم خزاں میں کیسا خشک اور بے رونق موت کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن موسم بہار میں اس کا وہ حال نہیں رہتا۔ جو درخت کہ برف کے نیچے گویا قبر میں مدفون تھے موسم بہار میں گویا قبر سے نکلے ہوئے سرسبز لہلاتے اور خوشنما نظر آتے ہیں۔

ج۔ زمین کی قیامت۔ خشک اور مردہ زمین باراں رحمت سے کیسی سرسبز و زندہ ہو جاتی ہے۔

د۔ گیہوں کے دانے کی قیامت۔ وہ خراب ہونے سے بحال ہوتا ہے۔ مرنے سے محفوظ رہتا ہے اور دفن ہونے سے زندہ ہو جاتا ہے۔

س۔ بہت کیڑے ہیں جو مر جاتے ہیں اور پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ بد صورت کیڑا خوبصورت تتلی بن کر تیز رفتار ہو جاتا ہے۔ پس جب کہ خدا سب چیزوں کو انسان کے لیے بحال کرتا ہے۔ تو کیا وہ انسان کو اس کی موت کے بعد پھر بحال نہ کرے گا۔ کہ جس کے لیے سب چیزیں مرتی وہ جی اٹھتے ہیں۔

(۶)۔ بعض کہتے ہیں کہ قیامت ایک بھید ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو کچھ کماحقہ (بخوبی، جیسا اس کا حق ہے) ہماری سمجھ میں نہیں آتا وہ نہیں ہوتا۔

الف۔ جائے غور ہے۔ کہ آدمی کی پیدائش ہی ایک بڑا بھید ہے۔ لیکن جس نے کہا ہے کہ ہم آدمی کو بنائیں۔ اور اُس کو مٹی سے بنایا۔ اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا اور وہ جیتی جان ہوا۔ وہ مردوں سے بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ پھر آؤ اے بنی آدم۔ اور وہ ان کے مادے کو جمع کر سکتا اور بدن کا بیج محفوظ رکھ سکتا ہے۔

ب۔ بیج میں پھل و پھول اور رنگ و بو۔ وغیرہ کا نہ ہونا۔ اور زمین میں گڑنے و سڑنے سے پیدا ہو کر درخت اور بوٹے کا معہ پھول و پھل رنگ و خوشبو کے رونق دار ہو جانا بھی بھید ہے۔ لیکن ہو رہا ہے۔

ج۔ کونسلے سے ہیرے کا بن جانا بھید تو ہے۔ لیکن بہت شفاف ہیرا بنتا ہے۔ چنانچہ ہیرا جلایا جا کر پھر کونسلے بن سکتا ہے۔

الغرض ایسے بہت سے بھید ہیں۔ جو ہمارے احاطہ ادراک (سمجھ بوجھ) سے بیرون وبالا (باہر) ہیں۔ اس سبب سے ہم ناامید نہیں ہوتے۔
 بلکہ حضرت داؤد کے ہم آواز ہو کر کہتے ہیں۔ جب میں موت کے سایہ کی وادی میں پھروں تو مجھے کچھ خوف و خطر نہ ہو گا کیونکہ تو میرے ساتھ ہے
 (مز مور ۲۳: ۴)۔

قُرْآنِ مَدِیْنِی

چوتھی فصل

معجزات سے ثبوت قیامت کا بیان

واضح ہو کہ قیامت مُردگان (مُردے) کی یہ دلیل ان معجزات سے جو فی الحقیقت وقوع میں آئے دی جاتی ہے۔ جو ہماری اُمید کا لنگر ٹھہرتی ہے۔ ہمارے خداوند المسیح نے تین مردوں کو زندہ کیا۔

(۱)۔ نانَن نام شہر کی بیوہ کے بیٹے کو۔ لوقا ۷: ۱۱ سے ۱۷۔

(۲)۔ کفرناحوم میں جائزَس نام سردار کی لڑکی کو متی ۹: ۱۷، ۱۹، ۲۳، سے ۲۶۔

(۳)۔ بیت عنیاہ کے رہنے والے چاردن کے مردہ لعزر کو قبر میں زندہ کیا۔ یوحنا ۱۱: ۱۷ سے ۴۴۔

چنانچہ قرآن میں بھی خداوند المسیح کے حق میں لکھا ہے۔ (سورۃ العمران ۵ رکوع آیت ۴۹)۔

(وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ

فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ)

ترجمہ:- ”اور کرے گا اس کو (المسیح کو) پیغمبر طرف بنی اسرائیل کے۔ یہ کہ تحقیق آیا ہوں تمہارے پاس ساتھ ایک نشانی کے پروردگار تمہارے سے۔ یہ کہ بناتا ہوں میں واسطے تمہارے مٹی سے مانند صورت جانور کے۔ پس پھونکتا ہوں میں بیج اس کے۔ پس ہو جاتا ہے جانور ساتھ حکم اللہ کے۔ اور چنگا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو۔ اور کوڑھی کو۔ اور جلاتا ہوں مردے کو ساتھ حکم اللہ کے۔“

پھر پاک کلام بائبل سے ظاہر ہے کہ خداوند کے خادموں نے بھی مردوں کو زندہ کیا۔ چنانچہ

(۱)۔ ایلیاہ۔ نبی کی دعا سے سارپت کی بیوہ کا بیٹا زندہ ہوا (۱۔ سلاطین ۱۷: ۱۷-۲۴)۔

(۲)۔ الیشع۔ نبی کی دعا سے شمنو نمیت عورت کا بیٹا زندہ ہوا (۲۔ سلاطین ۴: ۱۸-۳۷)۔

(۳)۔ مقدس پطرس کی دعا سے تابیتا زندہ ہوئی (اعمال ۹: ۳۶-۴۳)۔

(۴)۔ مقدس پولس کی دعا سے یوتوخس نام جو ان زندہ ہوا (اعمال ۲۰: ۷-۱۲)۔

اگرچہ یہ سب مردے جو زندہ ہوئے نیا بدن نہ پانے کے سبب سے پھر مر گئے تو بھی اس سے ہماری قیامت کی یہ اُمید قوی و شگفتہ ہوتی ہے۔
کہ خدا قادر مطلق کی قدرت سے مردے جی اُٹھیں گے۔

عُزُّ الْمَدَى

پانچویں فصل

خداوند المسیح کے جی اٹھنے سے قیامت مُردگان کا بیان

واضح ہو کہ مذکورہ بالا دلائل کے سوا خداوند یسوع المسیح کا مردوں میں سے جی اٹھنا ایک نہایت پختہ اور بڑی دلیل قیامت مُردگان کی ہے۔ اور اس کا ثبوت اس طرح سے ہے کہ خداوند المسیح کی موت اور جی اٹھنے کی پیش گوئی کی گئی تھی۔

(۱)۔ ایک ہزار (۱۰۰۰) برس پیشتر حضرت داؤد نے زبور کی کتاب میں لکھا کہ خداوند المسیح جی اٹھے گا۔ (مز مور ۱: ۱۰ بمقابلہ مز مور ۱۵: ۴۹؛ اعمال ۲: ۲۷، ۳۱، ۳۴؛ ۳۵)۔

(۲)۔ سات سو (۷۰۰) برس پیشتر یسعیاہ نبی نے جو خداوند المسیح کی موت کی نسبت اپنی کتاب کے (۵۳ باب) میں پیش گوئی کی تو اس میں یہ بھی لکھا (یسعیاہ ۵۳: ۱۰-۱۲) ”لیکن خُداوند کو پسند آیا کہ اسے کچلے اس نے اسے غمگین کیا جب اس کی جان گناہ کے لیے گزرائی جائے تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اور اس کی عمر دراز (لمبی زندگی) ہوگی اور خدا کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلے بر آئے گی۔“ الخ

(۳)۔ خداوند المسیح نے خود اپنی موت کی یادگاری میں پاک عشاءِ ربانی کو مقرر کیا۔ جو اس وقت سے آج تک عمل آرہی ہے۔ (متی ۲۶: ۲۶-۳۰؛ مرقس ۱۴: ۲۲-۲۵)۔

(لوقا ۲۲: ۱۷-۲۰؛ ۱ کرنتھیوں ۱۱: ۲۳-۲۵)۔ چونکہ موت کی یادگار اکثر رنج و غم کا باعث ہوتی ہے۔ جیسا کہ حسن و حسین کی موت کا واقعہ ہے۔ لیکن خداوند المسیح کی موت کی یادگار رنج و غم کا واقعہ اور باعث نہیں ہے کیونکہ وہ موت کے قبضے میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ خوشی کا باعث ہے، کہ وہ بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ دے کر موت کے بعد تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا اور ابد الابد زندہ ہے۔

(۴)۔ خداوند المسیح نے خود اپنے جی اٹھنے کی پیش گوئی کی تھی (متی ۱۶: ۲۱؛ ۱۹: ۲۰)۔ چنانچہ جب خداوند المسیح مصلوب کئے جانے مر جانے کے بعد دفن کئے گئے تو اس کے دشمنوں کو یاد آیا کہ وہ اپنے جیتے جی کہتا تھا کہ میں تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھوں گا۔ سوا اس سبب سے کہ کوئی اس کی لاش کو چرا کر یہ نہ کہے کہ وہ جی اٹھا ہے۔ وہ اس کی قبر کی نگہبانی کرنے لگے (متی ۲۶: ۲-۶)۔ لیکن اس کے دشمنوں کی کوشش بے فائدہ ٹھہری کیونکہ وہ اپنے فرمانے کے بموجب تیسرے دن یعنی اتوار کے روز مردوں میں سے جی اٹھا (متی ۲۸: ۱-۱۰)۔

(۵)۔ خداوند مسیح مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد چالیس دنوں تک زمین پر رہے (اعمال ۱: ۳)۔ اور پانچ سو (۵۰۰) آدمیوں کو دکھائی دیئے (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۳-۱۱)۔ اور پھر اپنے شاگردوں کے روبرو کوہ زیتون پر سے آسمان پر صعود فرما ہوئے (لوقا ۲۴: ۵۰-۵۳؛ اعمال ۱: ۶-۱۱)۔

(۶)۔ خداوند المسیح نے اپنے وعدے کے بموجب (یوحنا ۱۶: ۷؛ لوقا ۲۴: ۴۹)۔ آسمان پر جانے کے دس روز بعد روح القدس کو اپنے شاگردوں پر نازل فرمایا۔ اگر وہ جی اٹھ کر صعود فرمانہ ہوتا تو روح القدس کو کیونکر نازل فرما کر اپنا وعدہ پورا کر سکتا (اعمال ۱: ۲-۱۳)۔

(۷)۔ مسیحی کلیسیا خداوند المسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا پھل ہے۔ اگر خداوند المسیح مردوں میں سے جی کر نہ اٹھتا اور اپنے وعدہ کے بموجب روح القدس کی برکتوں سے اپنے شاگردوں کو ممتاز نہ کرتا تو مسیحی کلیسیا کا وجود عدم وجود کے برابر ہوتا۔

(۸)۔ یہودیوں میں سبت کا دن سینچر (ہفتہ) کو مانا جاتا تھا۔ چونکہ خداوند المسیح اتوار کے روز مردوں میں سے جی اٹھے اس لیے مسیحیوں نے یہودیوں کے دستور کو چھوڑ کر خداوند المسیح کے جی اٹھنے کے دن یعنی اتوار کو اس کے جی اٹھنے کی خوشی کی یادگاری میں بجائے سینچر (ہفتہ) کے ماننا شروع کیا۔ جو ابتدا سے آج تک مانا جا رہا ہے۔ اگر خداوند المسیح جی نہ اٹھتا تو یہودیوں کے دستور کو چھوڑ کر وہ شروع ہی سے اتوار کو سبت ہی کیونکر قرار دے سکتے تھے۔

پس اس سے ظاہر ہے کہ قیامت کی امید صرف عقل ہی پر نہیں بلکہ حقیقی مشاہدہ تجربہ اور پختہ ثبوت پر قائم ہے۔

اب جائے غور ہے کہ خداوند المسیح کے تابعین شاگرد کہ جنہوں نے خداوند مسیح کی موت اور جی اٹھنے کی گواہی دی۔ اور جن کو قرآن۔ انصار اللہ یعنی اللہ کے مددگار۔ (العمران ۵ رکوع آیت ۴۵؛ سورہ صف ۲ رکوع آیت ۱۴) اور صاحب وحی۔ (سورہ المائدہ ۱۵ رکوع آیت ۱۱۱)۔ اور رسول اللہ۔ (سورہ یونس ۲ رکوع آیت ۱۲-۳۲) کہتا ہے۔ اور جن کی نسبت پاک انجیل اور توراتیخی بیان سے ظاہر ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی راستبازی۔ گناہوں کی معافی۔ اور خدا کی بادشاہت کی منادی کرنے اور خوشخبری دینے کو الہی قدرت اور روح القدس کی بھرپوری سے بھیجے گئے تھے۔ اور انہوں نے اس گواہی کے لیے کہ خداوند المسیح مردوں میں سے جی اٹھا ہے۔ اپنی جانوں کو نثار کیا۔ اور تمام جہان کے مذاہب کو باطل ٹھہرا کر اُلٹ ڈالا اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو ایک روحانی قانون کے تابع کر دیا۔

کیا یہ خیال میں آسکتا ہے کہ ان کی اس ساری گرم جوشی اور پاک الہی تعلیم کی بنیاد محض دروغ (جھوٹ، کذب، بہتان) پر ہو۔ اور یہ دروغ بھی ایسا فروغ پائے کہ آج تک اس کا بھید کھولنے والا کوئی بھی نہ ملے اور پھر یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ آپ ہی قرآن خداوند المسیح کے حواریوں کو انصار اللہ یعنی خدا کے مددگار۔ صاحب وحی اور رسول اللہ کہے۔ اور آپ ہی ان کی اس بڑی گواہی کو۔ جو حواریوں (شاگردوں) نے بڑی جان نثاری سے

دی ہے۔ یعنی یہ کہ خداوند المسیح گنہگاروں کے بدلے صلیب پر پینٹس پلاٹس رومی حاکم سے مارا گیا۔ قبر میں دفن کیا گیا۔ اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا۔ بالکل رد کر دے۔ یہ تو بڑے تعجب و حیرت میں ڈالنے والی بات ہے۔ جو دوامروں سے خالی نہ ہوگی۔

بتقدیر اول۔ قرآن کا خداوند المسیح کے حواریوں کو۔ انصار اللہ۔ صاحب وحی اور رسول اللہ کہنا بالکل غلط ہوگا۔

بتقدیر دوم۔ یہ کہ اگر وہ حواری بقول قرآن فی الصدق۔ انصار اللہ۔ صاحب وحی۔ اور رسول اللہ تھے۔ تو جو کچھ انہوں نے خداوند یسوع المسیح کے صلیب پر مارے جانے اور دفن کئے جانے۔ اور تیسرے دن قبر میں سے جی اٹھنے کی نسبت گواہی دی ہے وہ بالکل راست و درست ہوگی۔ لہذا جو کچھ علمائے محمدی نے مسیحیوں سے ضد رکھنے اور مباحثہ (بحث) کرنے۔ اور منجی جہان المسیح کی شان کو کم کرنے کے لیے المسیح کے حواریوں (شاگردوں) انصار اللہ کی شہادت قطعی کے برخلاف اپنے خیال کی رو سے قرآن کو حواریوں کی سچی شہادت کا مخالف تصور کر لیا ہو اسے بالکل بے جا و غلط ہے۔ کیونکہ اگر علمائے محمدی کے خیالات اور تاویلیں خداوند المسیح کے نہ مرنے یا صلیب پر مر جانے کے بعد جی نہ اٹھنے کی نسبت درست مانی جائیں۔ تو قرآن آپ ہی صداقت و اعتبار سے گر جاتا ہے۔ پس جو لوگ قرآن کو اپنے خیالات کا تابع کر کے اپنا آپ ہی مخالف بنانا چاہتے اور قیامت مردگان (مردوں کی قیامت) کی ایک بڑی دلیل اور پکے علم قیامت کو اپنے اور لوگوں کے دلوں سے دور کیا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے ہی ایمان کا نقصان کر رہے ہیں۔ لہذا اب ہم اس امر کی صداقت کی طرف از روئے قرآن توجہ دلانا چاہتے اور دکھاتے ہیں کہ آیا قرآن محمدی علمائے خیالات کی۔ کہ خداوند المسیح نہیں مر گیا۔ اور اگر مر گیا تو جی نہیں اٹھا کی تائید کرتا ہے۔ یا المسیح کے حواریوں کی شہادت کی کہ جنہیں وہ انصار اللہ۔ صاحب وحی اور رسول اللہ کہتا ہے کہ جنہوں نے صاف صاف یہ گواہی پاک انجیل میں دی ہے کہ خداوند المسیح فی الحقیقت صلیب پر مر گیا۔ قبر میں دفن کیا گیا۔ اور تیسرے دن فی الصدق قبر میں سے جی اٹھا۔ کیونکہ حواریوں نے اسے جی اٹھا ہوا۔ پچشم خود دیکھا۔ اس سے باتیں کیں۔ اس کو چھو آ۔ اور اس کے ساتھ کھایا اور آخر کار وہ ان کے دیکھتے دیکھتے آسمان پر اٹھایا گیا (اعمال ۱: ۱-۱۴)۔ اور ابد الابد زندہ ہے۔

پس جب کہ کتب انبیاء و پاک انجیل خداوند المسیح کے قتل کئے جانے اور جی اٹھنے کا متفق اللفظ ہو کر بیان کرتے ہیں تو واجب ہے کہ قرآن بھی جو اپنے آپ کو کتب انبیاء و انجیل کا مصدق بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیات ذیل سے ظاہر ہے۔ (سورہ بقرہ رکوع ۴۰۔ ۱۱ رکوع آیت ۹۰، ۹۱۔ ۱۲ رکوع آیت ۹۶، ۱۰۰؛ سورہ العمران رکوع آیت ۲۔ ۹ رکوع آیت ۸۰۔ سورہ نساء رکوع آیت ۴۵۔ ۴۹۔ ۲۰ رکوع آیت ۱۳۵۔ ۲۲ رکوع آیت ۱۶۱۔ سورہ المائدہ رکوع آیت ۷۷۔ ۵۲۔ سورہ انعام رکوع آیت ۹۰۔ ۹۳۔ ۱۹ رکوع آیت ۱۵۴۔ سورہ توبہ رکوع آیت ۱۴۔ ۱۱۲۔ یونس رکوع ۴۔ ۱۲)

آیت ۳۸۔ سورہ ہود ۲ رکوع آیت ۱۸۔ سورہ یوسف ۱۲ رکوع آیت ۱۱۱۔ سورہ انبیاء ۱۰۵۔ سورہ فرقان ۴ رکوع آیت ۷۳۔ سورہ قصص ۵ رکوع آیت ۴۳۔ سورہ ملائکہ ۴ رکوع آیت ۲۸، ۲۳۔ سورہ صافات ۴ رکوع آیت ۱۶۔ سورہ مومن ۶ رکوع آیت ۵۶۔ سورہ احقاف ۲ رکوع آیت ۱۱۔ ۴ رکوع آیت ۳۰۔ سورہ حدید ۴ رکوع آیت ۷۲۔ سورہ یوسف ۱۲ رکوع آیت ۱۰۷۔

تو از بس لازم ہے کہ وہ بھی خداوند المسیح کی موت اور جی اٹھنے کی نسبت کتب انبیاء و انجیل سے اتفاق کرے۔ اور اگر وہ ان کتب کی کہ جن کی خود تصدیق کر چکا ہے مخالفت کرے تو قرآن اپنے آپ ہی کو صداقت کے زینہ (سیڑھی) سے گرا دے گا۔ پس ہم تو قرآن کو بموجب آیات متذکرہ بالا۔ اگلی کتابوں کے موافق بیان کرنے والا ہی سمجھے ہیں۔ وہو ہذا۔

(۱)۔ سورۃ مریم ۲ رکوع آیت ۳۳۔ (وَالسَّلَامُ عَلٰی یَوْمٍ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ذٰلِكَ عِيسٰی ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ)

ترجمہ:- ”اور سلامتی ہے اوپر میرے۔ جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا میں اور جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر یہ ہے عیسیٰ بیٹا مریم کا۔ بات حق ہے۔ وہ (یہود) بیچ اس کے شک کرتے ہیں۔“

اس آیت میں صاف طور پر خداوند المسیح کا مرنا اور جی اٹھنا۔ خداوند المسیح ہی کے الفاظ سے بطور پیش گوئی بیان ہوا ہے۔ اور بیچ اس کے شک کرنا غیر واجب ہے۔ جیسا کہ پاک انجیل سے ظاہر ہے کہ خداوند المسیح نے خود اپنے مارے جانے اور پھر جی اٹھنے کی خبر دی تھی۔ (متی ۱۶: ۲۱) ”اس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا۔ کہ مجھے ضرور ہے کہ یرושلم کو جاؤں اور بزرگوں اور سردار کابنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھاؤں اور قتل کیا جاؤں۔ اور تیسرے دن جی اٹھوں۔“ نیز دیکھو (متی ۲۰: ۱۷-۱۹؛ مرقس ۸: ۳۱؛ ۹: ۹؛ ۱۰: ۳۳؛ ۱۱: ۳) سو قرآن میں بھی المسیح اپنے حق میں خبر دیتا ہے۔ (وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا) ”اور جس دن مروں گا میں اور جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر۔“ یہاں قرآن اس پیش گوئی کو جو انجیل میں ہے بطور خلاصہ نقل کرتا ہے۔ پس یہ پیش گوئی خداوند المسیح کی بموجب قرآن اس وقت سے پیشتر پوری ہو چکی جب اس نے بصیغہ ماضی خدا کو کہا۔ (سورہ المائدہ آیت ۱۱۷) (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ) ”پس جب وفات دی تو نے مجھ کو۔ تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے۔“

(۲)۔ سورۃ العمران۔ ۶ رکوع آیت ۴۸۔ (اِذْ قَالَ اللّٰهُ لِعِيسٰى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الذَّنٰیۃِ

کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوْا اِلَیَّ یَوْمَ الْقِیَمَةِ)

ترجمہ:- ”جس وقت کہا اللہ نے۔ اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں۔ (اصل میں ہے وفات دینے والا ہوں) تجھ کو۔ اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی۔ اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے۔ اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے۔ دن قیامت تک۔“

سید احمد خان صاحب ”تفسیر القرآن جلد ۲ کے صفحہ ۴۳“ پر لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کی نسبت یوں لکھ گئے ہیں۔ پہلی آیت میں لفظ (مُتَوَفِّيكَ) کا واقع ہے۔ جس کے معنی عموماً ایسے مقامات پر موت کے لیے جاتے ہیں۔ خود قرآن مجید سے اس کی تفسیر پائی جاتی ہے۔ جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ (اللہ یتوفی الا نفس حین موتھا)۔ ابن عباس محمد بن اسحاق نے بھی۔ جیسے کہ ”تفسیر کبیر“ میں لکھا ہے۔ (مُتَوَفِّيكَ) کے معنی (مُيْتِكَ) کے لیے ہیں۔ پھر ”تفسیر القرآن جلد ۲ کے صفحہ ۴۴“ پر ”تفسیر کبیر“ سے یوں نقل فرما کر درج کر گئے ہیں۔ (مُتَوَفِّيكَ) اے (مُيْتِكَ)۔ وَالثَّانِي: مُتَوَفِّيكَ اَيُّ مُيْتِكَ، وَهُوَ مَرْوِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالُوا: وَالْمَقْصُودُ أَنْ لَا يَصِلَ أَعْدَاؤُهُ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى قَتْلِهِ، ثُمَّ إِنَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَكْرَمَهُ بِأَنْ رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ اخْتَلَفُوا عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: أَحَدُهَا: قَالَ وَهَبٌ: تُوَفِّي ثَلَاثَ سَاعَاتٍ، ثُمَّ رُفِعَ. وَثَانِيهَا: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ: تُوَفِّي سَبْعَ سَاعَاتٍ، ثُمَّ أَحْيَاهُ اللَّهُ وَرَفَعَهُ. الثَّالِثُ: قَالَ الرَّبِيعُ بْنُ أَنَسٍ: إِنَّهُ تَعَالَى تَوَفَّاهُ حِينَ رَفَعَهُ إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ تَعَالَى: اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا

ترجمہ:- ”(مُتَوَفِّيكَ) یعنی میں تجھے مارنے ہوں اور اس قول کو عبد اللہ بن عباس اور محمد بن اسحاق سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ حضرت مسیح کے دشمنوں نے آپ کے قتل کی طرف توجہ نہیں کی (یعنی اس میں کامیاب نہ ہوئے) پھر اس کے بعد خدا نے آپ کی ایسی عزت کی کہ آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔ پھر مذکورہ بالا لوگوں میں تین وجہ سے اختلاف ہے۔

اول۔ وہ جب کہتے ہیں کہ وہ تین گھنٹیاں مارے گئے۔ پھر اٹھالیے گئے۔

دوئم۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ سات گھنٹیاں مارے گئے۔ پھر خدا نے ان کو زندہ کیا اور اٹھالیا۔

سوئم۔ ربیع بن انس کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو اس وقت مارا جب کہ آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔ چنانچہ وہ مندرجہ ذیل آیت اللہ یتوقی
الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا سے استدلال فرماتے ہیں۔ کہ خدا نفوس کو ان کی موت میں مارتا ہے اور نیند وغیرہ میں
موت نہیں۔“

پھر واضح ہو کہ سید صاحب یا ان کے ہم خیالوں کا یہ فرمانا ہے کہ المسیح یہود کے قتل کرنے سے نہیں مرے بلکہ اپنے آپ ہی مر گئے۔ ہمارے
نزدیک بھی یہ ایک طرح سے درست ہے۔ کیونکہ المسیح نے اپنی جان اپنے اختیار سے دی۔ جیسا کہ (یوحنا ۱۰: ۱۷-۱۸) میں ہے۔ ”باپ مجھ سے اس لیے
محبت رکھتا ہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اسے پھر لے لوں۔ کوئی اُسے مجھ سے چھینتا نہیں۔ بلکہ میں اسے آپ ہی دیتا ہوں۔ مجھے اس کے دینے کا
بھی اختیار ہے اور اس کے پھیر لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حکم میرے باپ سے مجھے ملا۔“

اور پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ المسیح نے صلیب پر خود ہی اپنی روح خدا کو سونپ کر اپنا دم آپ ہی صلیب پر دے دیا۔ دیکھو (لوقا ۲۳: ۴۶) ”پھر
یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا۔ کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر دم دے دیا۔“ پس اس سے بھی ظاہر ہے
کہ کسی دشمن نے جبراً ان کا دم نہیں نکال دیا بلکہ المسیح نے خود اپنے اختیار سے صلیب پر اپنا دم دے دیا۔ اور مر گئے۔ اور یہ سب کچھ صلیب ہی پر واقع
ہوا نہ کسی بعد کے زمانہ میں جس کا کوئی ثبوت نہیں۔
پس آیت مذکورہ بالا میں یہ باتیں بیان ہوئی ہیں۔

(۱)۔ خداوند المسیح کو وفات دینا۔

(۲)۔ خداوند المسیح کا اللہ کی طرف اٹھایا جانا۔ اور کفارہ سے علیحدہ کیا جانا۔

(۳)۔ بعد ازاں بعد خداوند المسیح کی پیروی کرنے والوں کا دن قیامت تک کفار پر غالب رہنا۔

پس یہ تینوں باتیں سلسلہ وار بیان ہوئی ہیں کہ جس سے ظاہر ہے کہ پہلے وہ ظالم کے ظلم سے مصلوب ہو کر مر گئے۔ پھر وہ اللہ کی طرف
اٹھائے جانے سے ظالم کفار کے ظلم سے پاک و علیحدہ کئے جائیں گے چونکہ خداوند المسیح کے مارے جانے میں کفار کا غلبہ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ
مردوں میں سے جی اٹھا۔ اور آسمان پر صعود فرما کر اپنی پیروی کرنے والوں کو عالم بالا کی قوت سے ملبس (قوت کا لباس پہنا کر) کر دیا۔ (لوقا ۲۴: ۴۹؛
یوحنا ۱۵: ۲۷؛ اعمال ۱: ۸، ۵، ۴، ۳۲، ۳۳)۔ تو اس وقت سے خداوند المسیح کے پیرو قیامت تک کفار پر غالب کئے گئے اور غالب رہیں گے۔ اور یاد رکھنا

چاہیے کہ اس آیت میں (مُتَوَفِّيكَ) بمعنی ”وفات دینے والا ہوں تجھ کو“ مقدم ہے (وَرَأَيْتُكَ) ”اور اُٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی“۔ موخر ہے۔ یہ کچھ بھول سے نہیں ہو گیا۔ لیکن فی الحقیقت وقوع ہی میں ایسا ہی آنے والا تھا اور آیا اور جیسا کہ پاک انجیل سے بھی ظاہر ہے۔ کہ خداوند المسیح صلیب پر مر جانے کے بعد دفن کئے گئے۔ تیسرے دن قبر میں سے زندہ ہو کر چالیس (۴۰) دنوں تک زمین پر رہے۔ اور پھر آسمان پر اُٹھائے گئے (اعمال ۱: ۱-۱۳)۔

۳۔ سورۃ المائدہ۔ ۱۶ رکوع آیت ۱۱۶۔ (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ)

ترجمہ:- ”اور تھامیں اوپر ان کے شاہد جب تک رہا میں بیچ ان کے۔ پس جب قبض کیا تو نے مجھ کو (یعنی وفات دی) تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے۔“
سید احمد خان صاحب ”تفسیر القرآن جلد دوم کے صفحہ ۴۵“ پر یوں لکھ گئے ہیں۔

”ان آیتوں میں ایک اور لفظ بھی غور کے قابل ہے۔ یعنی (مَا دُمْتُ فِيهِمْ) اس کے صاف معنی ہیں کہ جب تک میں زندہ تھا۔ اور اس کی سند خود قرآن مجید کی دوسری آیت میں موجود ہے۔ جہاں فرمایا (مَا دُمْتُ حَيًّا) پر صاف ظاہر ہے کہ جو معنی حَيًّا کے ہیں وہی معنی فِيهِمْ کے ہیں۔ اس کے بعد ہے (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي) تو اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس لفظ سے حَيًّا ہی مراد تھی۔ اور مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ جب تک میں ان میں تھا یعنی زندہ تھا تو میں ان پر شاہد تھا۔ اور جب تو نے مجھے موت دی تو تو ان کا نگہبان رہا۔ پس ان دونوں آیتوں میں اس دنیا ہی میں حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور اس دنیا ہی میں اپنی (اختیاری یا خدا باپ سے مقرر کی ہوئی) موت سے مرنا بھی ظاہر ہوتا ہے۔“

پس یہ آیت بھی ہر دو مذکورہ بالا آیات کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ اس میں یہ باتیں بیان ہوئی ہیں۔

(۱)۔ خداوند المسیح کا اپنے شاگردوں میں زندگی بسر کرنے۔ اور ان کا نگہبان رہنے کا بیان ہے۔ (مَا دُمْتُ فِيهِمْ)

(۲)۔ خداوند المسیح کے مرنے اور اپنے شاگردوں سے علیحدہ ہونے کا بیان بصیغہ ماضی (تَوَفَّيْتَنِي) ہوا ہے۔

(۳)۔ اس میں اس حفاظت کا بیان ہے۔ جو خداوند المسیح اپنے مرنے سے پیشتر اپنے شاگردوں کی کرتا رہا تھا۔ تاکہ وہ شرک کے گناہ میں

نہ پڑ جائیں۔

(۴)۔ اس بات کا بھی بیان ہے کہ وہ مر گیا تو وہ اس حفاظت سے بری الذمہ (ذمہ داری سے محفوظ) ٹھہرا۔ اور تب سے اس کے

شاگردوں کی حفاظت کا ذمہ دار خدا ہی رہا۔ کہ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اگر خداوند المسیح مرنے جاتے تو وہ اپنے شاگردوں کی حفاظت سے بری الذمہ ہے نہ ٹھہر سکتے۔ پس بموجب آیات مذکورہ بالا قرآن خداوند المسیح کی زندگی کے آخری واقعات کی یہ ترتیب ٹھہرتی ہے۔

(۱)۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور ان کی حفاظت کرنا۔

(۲)۔ اپنی موت اور جی اٹھنے کی پیش گوئی کرنا۔

(۳)۔ اپنے شاگردوں کو خدا کی حفاظت میں سپرد کرنا (یوحنا ۱۷: ۱۲-۱۶)۔

(۴)۔ اپنے مر جانے اور زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اپنے شاگردوں کی حفاظت سے بری الذمہ ٹھہرنا۔

(۵)۔ خداوند المسیح کی موت اور اللہ کی طرف اٹھائے جانے کے بعد اس کے شاگردوں کا قیامت تک کفار پر غالب رہنا۔

اب جائے غور ہے کہ اگر ان آیات کی تاویل بعید کر کے قرآن اور انجیل میں جس کا وہ اپنے آپ کو مصدق قرار دیتا ہے مخالفت پیدا کی جائے تو اس سے قرآن کی صداقت کا اعتبار رکھو دینے کی بجائے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ساتویں فصل

آیت قرانی اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ کی تشریح و تفہیم

و کتب سماوی سے مطابقت کے بیان میں

سورہ نساء ۲۲ رکوع آیت ۱۵۷-۱۵۸ (وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا)

ترجمہ:- ”اور بسب کہنے ان کے کہ تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کے کو پیغمبر اللہ کا تھا۔ اور نہیں مارا اس کو۔ اور نہ سولی دی اس کو۔ اور لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے۔ اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ بیچ شک کے ہیں۔ نہیں واسطے ان کے ساتھ اس کے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا۔ اور نہ مارا اس کو بہ یقین۔ بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ حکمت والا۔“

واضح ہو کہ اس آیت کی بے جاتاویل (شرح، بیان، ظاہری مطلب سے کسی بات کو پھیر دینا) کرنے سے علما محمدی نے۔ قرآن اور کتب سماوی کے درمیان کے جن کی قرآن بدرجہ اعلیٰ تصدیق کرتا اور انہیں من جانب اللہ بتاتا ہے۔ ایک تواریخی واقع یعنی خداوند المسیح کی موت اور جی اٹھنے کی نسبت اختلاف پیدا کر دیا ہے۔ لہذا ہم چند تفسیروں اس آیت کی پیش کر کے اس اختلاف کو دور کرنا اور قرآن کو اس کی مصدقہ کتب سماوی (آسمانی کتابوں) کے بیان سے مطابق و موافق بیان کرنے والا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ قرآن اپنا آپ مخالف ٹھہر کر وقعت سے نہ گر جائے۔

پہلی تشریح

سید احمد خان صاحب کی ”تفسیر القرآن جلد دوم کے صفحہ ۴۵“ پر لکھا ہے۔

”مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ“۔ پہلے مَآ سے نفس قتل کا سلب ہوتا ہے۔ اور دوسرے سے کمال صلیب کا۔“

کیونکہ صلیب پر چڑھانے کی تکمیل اسی وقت تھی جب صلیب کے سبب موت واقع نہیں ہوتی حالانکہ صلیب پر موت (یعنی صلیب کے سبب) واقع نہیں ہوئی (وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) سے اور زیادہ تشریح اس مطلب کی ہوتی ہے۔ تشبیہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک مشبہ۔ ایک مشبہ بہ۔ ایک وجہ تشبیہ۔ ایک مشبہ لہ۔ اس آیت میں صرف دو چیزیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک مشبہ جو حضرت عیسیٰؑ تھے دوسرے مشبہ لَهُمْ جو یہودی تھے۔ جو درپے قتل حضرت مسیح تھے۔ مشبہ بہ قرآن میں مذکور نہیں ہے۔ علمائے اسلام نے جب بعض عیسائی فرقوں کا یہ قول پایا۔ کہ شمعون یا یہوداہ صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ تو انہوں نے جھٹ قرآن کے معنی بدل دیئے اور یہوداہ یا شمعون کو مشبہ۔ اور حضرت عیسیٰ کو مشبہ بہ۔ اور یہوداہ یا شمعون کی تبدیل صورت کو وجہ تشبیہ قرار دے دیا۔ حالانکہ یہاں صرف مشبہ بہ محذوف ہے اور وہ ”موتی“ ہے۔ اور وجہ تشبیہ وہ حالت ہے جو حضرت عیسیٰ پر طاری ہوئی تھی۔ جس کے سبب وہ مردہ تصور ہوئے تھے۔ پس تقدیر آیت کی یہ ہے کہ (وَمَا صَلَّبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بِالْمَوْتِ) اس کی زیادہ تصریح (تشریح) اسی آیت کے اگلے لفظوں سے ہوتی ہے۔ جہاں خدا نے فرمایا ہے۔ کہ ”جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں ان کو کچھ علم نہیں ہے۔ بجز (سو) گمان کی پیروی کے“ اور پھر اس کے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ۔ ”انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا“۔ اور اس مقام پر صلیب کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف قتل کی نفی کی۔ اور اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی تھی اس سے نفی قتل بالصلیب مراد تھی نہ مطلق صلیب کی۔

دوسری تشریح

مولوی محمد حسن صاحب امر وہی۔ اپنی کتاب بزبان فارسی بنام ”التاویل الحکم فی تثابہ فصوص الحکم“ میں فرماتے ہیں۔ دیکھو (ینا بیع الا اسلام صفحہ ۸۶۔ فصل چہارم) ”قرآن اس بارے میں انجیل کے مخالف نہیں ہے بلکہ دراصل مسیح کا مصلوب ہونا اور وفات پانا برحق ہے۔ جب حضرت مسیح کو دار (لکڑی یعنی صلیب) پر کھینچ دیا۔ آپ نے گو آپ نوجوان تھے اپنی خوشی سے اپنی جان خدا کو سونپ دی۔ کسی اور شخص نے ان کو قتل نہیں کیا۔ کیونکہ دار (لکڑی کی صلیب) کے اوپر لوگ بیس یا تیس روز تک لٹکے ہوئے جیتے رہتے تھے۔ حضرت مسیح کے ساتھ دو چور بھی دار پر لٹکائے گئے تھے۔ اور چونکہ دوسری صبح کو سبت کا دن تھا۔ لوگوں نے چاہا کہ تینوں کو ہڈیاں توڑ کر مار ڈالیں کہ عید کے روز وہ لٹکے نہ رہ جائیں۔ پس انہوں نے دونوں چوروں کی ہڈیاں توڑ کر مار ڈالا۔ مگر جب مسیح کے پاس آئے تو ان کو مردہ پایا۔ تو بھی انہوں نے بر جھی اس کے پہلو میں ماری جس سے خون نکل پڑا۔ پس وہ لوگ بولے ہم نے اس کو مصلوب کیا۔ یعنی اس کی ہڈیاں توڑیں۔ کیونکہ لفظ مصلوب گو لفظ صلب سے بھی نکلا ہے۔ جس کے معنی دار ہیں۔ لیکن اس جگہ وہ لفظ لفظ صلب سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہڈی نکالنا ہے۔ اسی لیے اصحاب صلب سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہڈیاں نکال کر جمع کیا کرتے ہیں۔ پس قرآن کے معنی یہ ہوئے۔ کہ مسیح کو یہودیوں نے ہرگز قتل نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے اپنی جان خود دے دی تھی۔ اور نہ انہوں نے آپ کو صلب

تیسری نشریح

مولوی محمد چراغ الدین متوطن جموں کی کتاب ”منارۃ المسیح صفحہ ۷۶ کی فصل ثانی“۔ رفع الی السماء سے نقل کرتے ہیں۔

”پس جیسا کہ حضرت مسیح کی پیدائش اور بے لوث زندگی خارق عادت نمونہ ہے۔ ایسا ہی آپ کا دفع الی السماء بھی ایک نشان ہے۔ جس کی وجہ سے اقوام اہل کتاب کے درمیان انواع و اقسام کے اختلافات واقع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ یہود تو کہتے ہیں کہ آپ صلیب پر فوت ہوئے۔ اور مر

نے والوں کی طرح خاک میں مل گئے۔ اور آسمان کی طرف آپ کا رفع نہیں ہوا۔ نصارا کا عقیدہ ہے کہ آپ اپنی موت کے بعد تیسرے دن جی اٹھے۔ اور چالیس (۴۰) روز دنیا میں رہ کر خدا کی طرف اٹھائے گئے۔ اور اہل اسلام کا خیال ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ مصلوب ہی نہیں ہوئے بلکہ آپ کی شبیہ (صورت) پر ایک اور شخص صلیب دیا گیا۔ اور حضرت مسیح اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ جس کے ثبوت میں آیات ذیل پیش کی جاتی ہیں۔

(وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا)

ترجمہ:- ”اور کہنا ان کا (یعنی یہود کا) تحقیق قتل کر دیا ہم نے مسیح عیسیٰ مریم کو بیٹے کو جو رسول اللہ کہلاتا تھا۔ اور انہیں قتل کیا انہوں نے اس کو اور نہ صلیب دیا اس کو۔ لیکن ان کو شبہ میں ڈالا گیا۔ اور تحقیق جن لوگوں نے اختلاف کیا۔ بچ اس کے البتہ بچ شک کے ہیں اس سے۔ اور نہیں ان کے ساتھ اس کے کچھ علم۔ مگر پیروی کرتے ہیں گمان کی۔ اور نہیں قتل کیا اس کو یقیناً بلکہ اٹھالیا اس کو خدا نے اپنی طرف اور تحقیق اللہ غالب حکمت والا ہے۔“ (سورۃ نساء رکوع ۲۲ آیت ۱۵۷-۱۵۸)۔

سو اگرچہ بظاہر اس آیت کے معنی یہی معلوم ہوں کہ حضرت مسیح کو صلیب نہیں دیا۔ جس کی بنا پر تمام اہل اسلام میں یہ عقیدہ مسلم اور مروج چلا آ رہا ہے۔ لیکن ان معنوں کو قبول کرنے سے۔ مسلمانوں کی اعتقادی حالت پر چند نقص ایسے عائد ہوتے ہیں جن کی تلافی محال اور ناممکن ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱)۔ آیت متنازعہ فیہ میں۔ (بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ) کا فقرہ موجود ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

اور قرآن شریف اپنے دوسرے مقامات میں (رَفَعَ إِلَى اللَّهِ) کے لیے موت شرط ٹھہراتا ہے۔ جیسا فرمایا:-

(الف)۔ (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ) (سورۃ عنکبوت رکوع ۶ آیت ۵۷)۔ ترجمہ ”یعنی

ہر ایک شخص موت کے بعد خدا کی طرف پھیرا جاتا ہے۔“ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں کُل کی قید لگا کر سب پر اس قانون کو حاوی کر دیا۔ اور کسی نفس کو اس سے مستثنیٰ نہیں رکھا۔

(ب)۔ (قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ) (سورۃ سجدہ رکوع ۱ آیت ۱۱)۔

ترجمہ:- ”کہو قبض کرتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو مقرر کیا گیا ساتھ تمہارے۔ پھر طرف اپنے کے پھیر لیے جاتے ہو تم۔“

(ج)۔ (تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ) (سورۃ معارج رکوع ۱ آیت ۴)۔ ترجمہ:- ”یعنی خدا کی طرف فرشتے اور روح ہی

چڑھتے ہیں۔“

اس آیت شریفہ میں (رَفَعَ إِلَى اللَّهِ) کے لیے فرشتے اور روح ہی مخصوص کئے گئے ہیں۔ یہاں تک تو خدا تعالیٰ کا عام قانون بیان ہوا۔

اب حضرت عیسیٰ کے حق میں نیے۔

(د)۔ (يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَدَاعِيكَ) (سورۃ العنبران رکوع ۶ آیت ۵۵)۔ ترجمہ:- ”اے عیسیٰ تحقیق میں وفات

دینے والا ہوں تجھ کو اور اٹھالے جانے والا ہوں طرف اپنی۔“

(ه)۔ (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ) (سورۃ المائدہ رکوع ۱۶ آیت ۱۱۶)۔ ترجمہ:- ”یہ حضرت عیسیٰ کا

اقرار ہے۔ کہ جب تو نے مجھ کو وفات دی تو تو ہی اُن کا نگہبان تھا۔ پس جب حضرت عیسیٰ کا اسی خاکی عنصری جسم کا رفع مانا جائے۔ جو وقت تولد ان کو حاصل ہوا تھا تو اس صورت میں ان تمام آیات کا انکار لازم آتا ہے۔

(۲)۔ حضرت مسیح کے حق میں انکار صلیب اور موت کے ساتھ رفع جسمانی کا عقیدہ یہود اور انصار کی چشم دید شہادت کے مخالف ہے۔

جس سے ہم مخالفین کو اپنے مذہب پر مضحکہ اڑانے (ہنسی مذاق اڑانے والے) اور کلام اللہ کی تکذیب (جھوٹا) کرانے کا موقع دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر دو اقوام چشم دید شہادت کی بنا پر حضرت مسیح کی وفات کے قائل ہیں۔ علاوہ اس کے عہد عتیق اور جدید میں حضرت مسیح کی وفات کی بابت اس کثرت سے پیش گوئیاں مذکورہ ہیں جن کا انکار دائرہ امکان سے خارج ہے۔

(۳)۔ حضرت عیسیٰ کی شبیہ کے مصلوب ہونے کا عقیدہ بھی تین وجہ سے غلط ہے۔

وجہ اوّل۔ اس بات کا کوئی عقلی ثبوت موجود نہیں کہ حضرت عیسیٰ کے عوض کوئی اور شخص مصلوب ہوا۔

وجہ دوئم۔ ایک کافر مرد و روح اللہ کی شبیہ کیونکر ہو سکتا ہے اور اس پر کیا دلیل ہے۔

وجہ سوئم۔ بالفرض ہم مان بھی لیں کہ ایک یہودی کافر حضرت عیسیٰ کی صورت بن کر صلیب دیا گیا ہے۔ تو اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس نے سردار کاہن اور روسائے یہود کی مجلس میں یا ہیرودیس اور پلاطس کے حضور میں اپنی بریت کے لیے یہ عذر کیوں پیش نہیں کیا۔ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں۔ کیا اس کی صورت بدل گئی۔ تو دل اور زبان اور حواس بھی بدل گئے تھے۔

اناجیل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح نے سردار کاہن اور پلاطس کے حضور بڑے زور سے اپنے دعوے کا اقرار کیا۔ کہ میں وہی مسیح ہوں جو تم کہتے ہو۔ دیکھو (متی ۲۶: ۶۴-۱۷؛ مرقس ۱۴: ۶۲، ۱۵: ۲؛ لوقا ۲۲: ۷۰، ۲۳: ۳؛ یوحنا ۱۸: ۲۰، ۳۷)۔ بلکہ جب پلاطس نے بڑے اصرار سے پوچھا کہ تو بولتا نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ میں اختیار رکھتا ہوں۔ اگر چاہوں تو تجھے صلیب دوں۔ اور اگر چاہوں تو چھوڑ دوں۔ تو آپ نے بڑے استقلال کے ساتھ یہی جواب دیا۔ کہ اگر تجھ کو اوپر سے نہ دیا جاتا تو مجھ پر تیرا کچھ اختیار نہ ہوتا (یوحنا ۱۹: ۱۰)۔ ہاں اگر یہ کہا جائے۔ کہ اس کی روحانیت بھی حضرت عیسیٰ کی روحانیت سے بدل گئی تھی۔ اس لیے اس نے وہی کہا جو حضرت مسیح کو کہنا چاہیے تھا۔ تو میں کہتا ہوں کہ پھر اس صورت میں وہ شخص بہمہ (بالکل) وجہ (وجہ کی جمع، سبب) شیل عیسیٰ ہو گا۔ پھر ایک عیسیٰ کے عوض (بدلے میں) دوسرے کو صلیب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

اب ہم آیت متنازعہ فیہ کی تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ان آیات طیبات (مَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ) میں قتل اور صلیب کے فعل کی نفی نہیں۔ بلکہ اس کے نتیجے کی نفی ہے۔ اس طرح پر کہ یہودیوں کا اتباع توریت یہ خیال تھا کہ جو کاٹھ (کڑی، ایک بھاری اور موٹا لڑھ) پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے اور کہ اس کا رفع نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال کے ابطام (جھوٹ) میں فرمایا۔ کہ مسیح کا مقتول (قتل کیا گیا) مصلوب ہونا ان معنوں میں نہیں جیسا یہود خیال کر رہے ہیں۔ بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ یعنی اس کا رفع جس سے یہود انکار کر رہے ہیں ہو گیا ہے۔ جس کو ہم بدلائل (دلیل کے ساتھ) ذیل ثابت کرتے ہیں۔

دلیل اول۔ خدا تعالیٰ نے یہودیوں کے اس قول کو کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔ علت جرم قرار دیا ہے۔ جیسا فرمایا۔ (وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ)۔ اور یہ بات تو از خود ظاہر ہے کہ صرف یہ کہنا۔ کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے۔ علت جرم نہیں ہو سکتا۔ تا وقت یہ کہ اسکے اندر کوئی خاص وجہ نہ ہو۔ اور وہ وجہ یہ ہے کہ یہودیوں کا یہ اقرار کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ کو جھوٹا لعنتی کہنا اور آپ کے (دَفَعَ إِلَى اللَّهِ) کا انکار کرنا ہے۔ کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ اور جو کاٹھ پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے اور جو لعنتی ہے اس کا رفع نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے آپ کے (دَفَعَ إِلَى اللَّهِ) کے ابطال میں تھا جس پر انصاریٰ مصر (اصرار کرنے والا) ہیں (وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ

نہم) میں اگر فعل صلیب کی نفی موجود ہے۔ تو پھر شبہ کا امکان کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب آپ صلیب ہی نہیں دیئے گئے تو یہودیوں کو ان کے مصلوب ہونے کا شبہ کیونکر ہوا اس سے ظاہر ہے کہ (وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ) میں فعل صلیب کی نفی مراد نہیں۔ بلکہ نتیجہ کی ہے۔ جس سے یہودیوں کو یہ شبہ پیدا ہوا۔ کہ جب وہ (مسح) صلیب پر کھینچا گیا ہے۔ تو پھر اس کا رفع کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہودیوں کو ایسا شبہ پیدا ہونا فعل صلیب کا لازمی نتیجہ تھا۔ کیونکہ ان کے خیال میں حسب تعلیم توریت مصلوب مرفوع (بلند کیا گیا) نہیں ہو سکتا تھا۔

دلیل دوم۔ (إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ) کے فقرے میں تو صاف ہی فیصلہ کیا گیا۔ نفی صلیب سے مراد نتیجہ ہے۔ اس وجہ سے کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جس بات میں ان لوگوں نے اختلاف کیا ہے اسی امر میں وہ شک میں بھی ہیں۔ کیونکہ مِّنْهُ کا ضمیر فیہ کی طرف پھرتا ہے۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہود نے کس امر میں اختلاف کیا۔ آیا فعل صلیب میں۔ یا نتیجہ میں۔ سو فعل صلیب میں تو یہود کو کوئی اختلاف نہیں۔ بلکہ وہ (إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ) کہہ کر حضرت مسیح کے مصلوب ہونے پر مسیحیوں کے ساتھ متفق ہیں۔ بلکہ اختلاف نتیجہ میں ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک مصلوب مرفوع (رفع کیا گیا، اٹھایا گیا، بلند کیا گیا) نہیں ہو سکتا۔ پس اس دلیل سے بھی ثابت ہو گیا کہ نفی صلیب سے مراد نفی نتیجہ ہے۔

دلیل سوم۔ (وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہودیوں کو اس کا کوئی علم نہیں۔ مگر وہ گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کو کس چیز کا علم نہ تھا۔ آیا فعل صلیب کا یا نتیجہ کا؟ سو فعل صلیب کا تو بلاشبہ ان کو علم تھا کیونکہ چشم دید شہادت سے بڑھ کر اور کوئی علم نہیں ہوتا۔ بلکہ اس امر میں تو وہ عین یقین کا درجہ رکھتے تھے۔ تو پھر ظن اور گمان کی پیروی کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کیا انہوں نے اپنے ہاتھ سے اس کو صلیب پر نہیں کھینچا؟ کیا وہ بڑے زور سے یہ دعویٰ نہیں کر رہے۔ کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا ہے۔ پھر ظن و گمان (شبہ، خیال) کے کیا معنی ہیں؟ پس جس چیز کا ان کا علم نہیں اور جس امر میں وہ اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں وہ فعل صلیب نہیں۔ بلکہ اس کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح کے عدم رفع کی بابت ان کے پاس کوئی کافی دلیل نہیں۔ صرف وہ تعلیم توریت کے مطابق گمان کر رہے ہیں کہ مصلوب مرفوع (رفع کیا گیا، اٹھایا گیا) نہیں ہو سکتا۔

دلیل چہارم۔ (وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ) کے فقرہ میں قتل کی نفی اور رفع کا اثبات ہے تو یہ اجتماع ضدین

(دو مخالف چیزوں کی یک جائی) ہے۔ کیونکہ ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ (رَفَعَ إِلَى اللَّهِ) کے لیے موت شرط ہے۔ پس جب ایک طرف موت کی

نفی۔ اور دوسری طرف رفع کا اثبات ہے تو یہ اجتماع ضدین (دو مخالف چیزوں کی یک جائی) کیونکر مانا جاسکتا ہے؟ بلکہ اس جگہ روحانی موت کی نفی اور روحانی رفع کا اثبات مذکور ہے۔

دلیل پنجم۔ قرآن شریف میں اس واقع کا مذکور بطور شہادت ہے نہ بطور قصہ (کہانی)۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے حق میں

(مُطَهَّرًا مِّنَ الذِّينِ كَفَرُوا) فرما کر یہ وعدہ کر دیا تھا کہ ”میں تجھ کو کافروں کے الزام سے پاک کروں گا“۔ اور یہ بھی اظہر ہے کہ شہادت ہمیشہ متنازعہ فیہ (وہ چیز جس کی بابت جھگڑا ہو) امر میں ہوتی ہے۔ اور یہودیوں کا الزام حضرت مسیح کے روحانی رفع پر ہے نہ کہ جسمانی پر۔ کیونکہ اثبات نبوت کے لیے روحانی رفع شرط ہے نہ جسمانی۔ پس جس امر میں نزاع ہے۔ اسی امر میں شہادت ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یہودیوں کا الزام روحانی رفع پر ہو۔ اور خدا تعالیٰ اس کے جسمانی رفع پر کہ جس میں کوئی جھگڑا نہیں گواہی دے۔ یہ سوال دیگر جواب دیگر کا مصداق (وہ چیز جو کسی کی صفائی پیش کرے) ہو جاتا ہے۔ پھر ایسی لغو (بیہودہ) اور بے معنی شہادت کلام اللہ کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتی ہر گز نہیں۔ پھر اگر فی الواقع خدا تعالیٰ نے آپ کے جسمانی رفع پر ہی شہادت دی تو پھر خدا نے حسب وعدہ حضرت مسیح کی یہودیوں کے اس الزام سے کہ مسیح کا رفع نہیں ہوا کیونکر بریت ثابت کی۔ کیونکہ یہودیوں کا اعتراض تو روحانی رفع پر ہے اور خدا نے اس کے جسمانی رفع اور شہادت دی جو بحث سے خارج ہے۔

دلیل ششم۔ یہ امر بھی تنقیح (تحقیق) طلب ہے کہ حضرت مسیح کے رفع اور عدم رفع کی بابت یہود اور انصاری کا جو اختلاف ہے۔ وہ جسمانی رفع پر ہے یا روحانی رفع پر۔ کیونکہ اگر انصاری کے عقیدہ حضرت مسیح کے جسمانی رفع کی بابت ہوتا تو یہودیوں کا انکار بھی جسمانی رفع سے مانا جاتا اور اس صورت میں قرآن شریف کی یہ شہادت کہ حضرت مسیح کا جسمانی رفع ہو گیا ہے۔ موزون ٹھہرتی۔ لیکن جب انصاری کا یہ دعویٰ ہی نہیں۔ کہ حضرت مسیح کا جسمانی رفع (اٹھایا جانا) ہوا۔ بلکہ وہ تو بڑے زور سے اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہر کر روحانی جلالی وجود میں اٹھائے گئے ہیں۔ تو پھر یہودیوں کا اختلاف جسمانی عنصری رفع کی بابت کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جس امر کے انصاری خود ہی قائل نہیں۔ اس امر میں اختلاف کے کیا معنی ہیں۔ اور جب یہود انصاری کے درمیان مابہ النزاع صرف روحانی رفع ہے۔ تو پھر قرآن کی شہادت حضرت مسیح کے جسمانی رفع کی بابت کس فائدہ پر مبنی ہے۔ ہر گز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیت (وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ) میں فعل صلیب کی نفی نہیں بلکہ اس کے نتیجہ کی ہے۔

-- کیونکہ قرآن شریف نے بڑی صفائی کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ حضرت مسیح بلاشبہ خدا تعالیٰ کے قانون عام (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

الْمَوْتِ) سے متاثر ہو کر۔ اور اس کے وعدہ۔ (يُعِيسَىٰ اِنِّي مُتَوَفِّيكَ) کے مطابق صلیب پر جان بحق تسلیم ہوئے۔ جیسا کہ صریح طور پر

انا جیل اربعہ میں موجود مذکور ہے۔ اور موت کے بعد تیسرے دن آپ کا فانی جسم جلالی سے مبدل (تبدیل) ہو کر۔ اور جیسا کہ آپ پہلے کلمۃ اللہ اور

روح اللہ کی حیثیت سے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ ویسا ہی کلمۃ اللہ کی صورت میں ہو کر جی اٹھے۔ اور حسب مذکور انا جیل چالیس (۴۰) روز دنیا میں رہ

کر۔ (رَافِعَكَ اِلَیَّ) کے وعدے کے مطابق۔ (بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ) کی تصدیق کے لیے خدا کی طرف اٹھائے گئے۔ اور (کُلِّ شَیْءٍ یَّوْجِعُ اِلَیْ اَصْلِهِ) کے اصول کے مطابق خدا تعالیٰ کی محویت (خیال میں گم) اور وصال (ملاقات) کا درجہ حاصل کر کے۔ (سورہ العمران آیت ۴۵) (وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ) کے مصداق ہوئے۔

چوتھی تشریح

ایک مسیحی کی۔ اس آیت (وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ) میں قرآن یہودیوں کی سب سے بڑی شرارت کا بیان کرتا ہے۔ کہ جس پر وہ اکثر شیخی کیا کرتے۔ اور محمد صاحب کو کھجا (رنجیدگی، ملال، چڑچڑ) کر کہتے تھے۔ کہ ہم نے عیسیٰ بیٹے مریم کو جو رسول اللہ کا تھا قتل کر ڈالا۔ سوان کی اس شرارت طعن اور شیخی کو رد کرنے کے لیے قرآن انہیں کہتا ہے۔ کہ تم المسیح رسول اللہ کو صلیب دینے والے کون ہو۔ یہ تمہارا زعم باطل (جھوٹا گمان) ہے۔ کہ گویا تم نے اپنی قدرت و اختیار سے المسیح کو قتل کر کے ان کی مسیحیت اور رسالت کی تردید کر دی۔ یہ تو بالکل غلط ہے۔ تمہیں تو مارنے کا کچھ اختیار نہ تھا۔ یہ تو خدا کا کام تھا۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ (یَعِیْسَى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ)۔ ترجمہ:- ”اے عیسیٰ! میں وفات دینے والا ہوں تجھ کو“۔ اور جیسا کہ عیسیٰ نے صعود السما (بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ)۔ ترجمہ:- ”بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ نے طرف اپنی“ کے بعد خدا کے جواب میں کہا

(وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ) (سورہ المائدہ آیت ۱۱۶)۔ ترجمہ:- ”تھامیں اوپر ان کے شاہد جب تک رہا میں بیچ ان کے۔ پس جب وفات دی تو نے مجھ کو (نہ یہودیوں نے) تھا تو ہی نگہبان اوپر ان کے“۔

اور ایسا ہی پاک انجیل سے بھی ظاہر ہے۔ کہ خداوند المسیح کی موت خدا کے مقرری انتظام سے ہوئی۔ نہ کہ یہودیوں کے جبر و اختیار سے (یوحنا ۱۸: ۱۱)۔۔۔۔۔ جو یہاں باپ نے مجھ کو دیا کیا میں اسے نہ بیوں۔“ (یوحنا ۱۰: ۱۷، ۱۸) ”باپ مجھ سے اس لیے محبت رکھتا ہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اسے پھیر لوں۔ کوئی اسے مجھ سے چھینتا نہیں۔ بلکہ میں اسے آپ ہی دیتا ہوں۔ مجھے اس کے دینے کا بھی اختیار ہے۔ اور اس کے پھیر لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حکم میرے باپ سے مجھے ملا۔“ (متی ۲۶: ۵۳، ۵۴) ”آیا تو نہیں سمجھتا۔ کہ میں اپنے باپ سے منت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کر دے گا۔ مگر وہ نوشتے کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہوں گے۔“ (یوحنا ۱۹: ۱۰، ۱۱) ”پس پلاطس نے اس سے کہا تو مجھ سے بولتا نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ مجھے تیرے چھوڑ دینے کا بھی اختیار ہے۔ اور صلیب دینے کا بھی اختیار ہے۔ یسوع نے اسے جواب دیا کہ اگر تجھے اوپر سے نہ دیا جاتا تو تیرا مجھ پر کچھ اختیار نہ ہوتا۔“

اور ظاہر ہے کہ یہودیوں نے خود قتل کرنے کا اختیار کرنے کا اختیار نہ رکھنے کے سبب خداوند المسیح کو رومی حاکم پلاٹس کے حوالہ کیا تھا۔ (یوحنا ۱۸: ۳۱، ۱۹: ۶) اگر اس وقت یہودی قتل کرنے کا اختیار رکھتے ہوتے تو وہ اسے از روئے شریعت سنگسار کرتے۔ (احبار ۲۴: ۱۶)۔ نہ کہ وہ اسے مصلوب کرتے۔ کیونکہ صلیب پر قتل کرنا تور و میوں کا دستور تھا نہ کہ یہودیوں کا۔ سو خداوند یسوع المسیح خدا کے مقررہ انتظام اور ازلی علم کے موافق (اعمال ۲: ۲۳) رومی حاکم پلاٹس کے حکم سے صلیب پر۔ رومی سپاہیوں کے ہاتھ سے برخلاف شریعت یہود قتل کیا گیا تھا۔ اس لیے یہودیوں کا محمد صاحب کے روبرو اس واقع کے چھ سر برسوں کے بعد شیخی مار کر کہنا اور فخر کرنا (إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ) ترجمہ:- ”تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کو پیغمبر اللہ کا تھا“۔ بالکل باطل تھا کیونکہ حقیقت میں تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کیا اور نہ صلیب دی۔ اگر یہودی المسیح کو قتل کرتے تو وہ اسے سنگسار کرتے۔ نہ کہ صلیب پر مار ڈالتے۔ البتہ رومیوں نے خدا کے اختیار دینے سے المسیح عیسیٰ بیٹے مریم کو صلیب دی اور قتل کر ڈالا تھا۔ مگر وہ بے سمجھ یہودی اپنے زعم باطل (جھوٹا گمان) سے (وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) ”شبہ میں پڑ گئے تھے“۔ کہ ہم ہی نے اسے صلیب دی اور قتل کر ڈالا حالانکہ یہ زعم ان کا باطل و بے جا تھا۔ کیونکہ وہ براہ راست خود تو اسے نہ صلیب دینے والے تھے اور نہ قتل کرنے والے۔ اس لیے قرآن ان کے شبہ کو رفع کرتا ہے۔ اور اگر الفاظ شُبِّهَ لَهُمْ سے تبدیل صورت کا خیال کسی کے دامن گیر ہو تو اس کی نسبت یہ ملحوظ خاطر رہے۔ کہ زمانہ قدیم میں باسی لائی دس اور مارکیوں نام مسیحی بدعتیوں کے پیرو جو محمد صاحب کے وقت عرب میں تھے وہ یہ خیال کرتے تھے۔ کہ المسیح۔ صوری شکل میں بعمر (۱۶) سال آسمان سے آکر ظاہر ہو گیا تھا۔ نہ تو وہ مریم سے پیدا ہوا۔ اور نہ حقیقی انسان تھا۔ اس لیے ہو صلیب پر نہیں مارا گیا بلکہ وہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اور المسیح کی صورت یہوداہ پر ڈالی گئی تھی۔ اور المسیح کی بجائے یہوداہ ہی صلیب پر مارا گیا تھا۔ دیکھو ”تواریخ کلیسیا“ جو صریح باطل ہے۔ کیونکہ یہوداہ تو الگ المسیح کے صلیب پر مارے جانے سے پہلے پھانسی کھا کر مر گیا تھا (متی ۲۷: ۳-۱۰)۔ اس لیے قرآن یاسی لائی دس و مارکیوں کے پیروؤں کے خیال باطل کو دور کرنے کے لیے بھی کہتا ہے۔ (وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ) اور لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے اُن کے۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ المسیح مریم کا بیٹا حقیقی انسان تھا جو کھاتا اور پیتا تھا اور رومی حاکم کے حکم سے صلیب پر مار ڈالا گیا۔

(سورہ النساء آیت ۱۵۷) (وَأَنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ)

ترجمہ:- ”اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے البتہ بیچ شک کے ہیں نہیں واسطے ان کے ساتھ کے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا“۔

یعنی باسی لائی دس اور مارکیوں۔ مسیحی بدعتیوں اور یہودیوں میں جو یہ اختلاف ہے۔ کہ بدعتی تو یہوداہ کے مارے جانے کا خیال کرتے اور یہودی خود ہی کو حقیقی مسیح کو قتل کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ دونوں فریق اپنے اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ یعنی یہوداہ کا المسیح کی جگہ مارا جانا۔ اور یہود کا یہ کہنا بھی کہ

ہم ہی نے المسیح کو مار ڈالا صریح جھوٹ ہے۔ (وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا) ”اور نہ مارا اس کو بہ یقین“۔ یعنی یہود فخر کرنے والوں نے المسیح کو نہیں مارا۔ بلکہ المسیح کو تورومیوں نے صلیب دے کر مار ڈالا تھا۔ پس قرآن یہودیوں کے قول (إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ) ”ہم نے مار ڈالا المسیح کو“۔ اور مسیحی بدعتیوں کے اس وہم کو کہ یہود اس کی جگہ قتل کیا گیا اور المسیح نہیں مارا گیا۔ دونوں فریق کے باہمی اختلاف کو دکھا کر کہتا ہے یہ دونوں بے علم ہیں اور اپنے اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ پس ثابت ہے کہ خداوند المسیح کے صلیب پر مر جانے میں انجیل و قرآن میں اتفاق ہے اور محمدی علما کا اس سے انکار کرنا محض بے جا و باطل ہے۔

خُزُّ الْمَدَى

آٹھویں فصل

خداوند المسیح کے مردوں میں سے جی اٹھ کر آسمان پر جانے اور علم قیامت ہونے کے بیان میں۔

واضح ہو کہ یہ بھی ان کفرگوشتی باز یہودیوں سے نہیں ہو سکا کہ وہ المسیح زندگی کے مالک کو موت کے قبضہ و قبر کے قید خانہ میں قید رکھ کر المسیح کی رسالت و مسیحیت کے کاموں اور دعوتوں کو پورا نہ ہونے دیں۔ کیونکہ جیسا خداوند المسیح نے فرمایا تھا کہ میں مردوں میں سے جی اٹھوں گا۔ (متی ۲۰: ۱۹؛ مرقس ۸: ۳۱؛ ۹: ۳۱؛ ۱۰: ۳۴؛ لوقا ۲۲: ۱۸، ۳۳؛ ۲۴: ۷) اور قرآن میں بھی المسیح نے اپنے حق میں یہی فرمایا ہے۔

(وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا) (سورہ مریم آیت ۳۳) ترجمہ:- ”جس دن مردوں گا میں اور جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر“۔

سو خداوند المسیح اپنی پیش گوئی کے موافق صلیب پر مر جانے کے بعد۔ یعنی (كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ) ترجمہ:- ”سب جانیں موت کا ذائقہ چکھیں گی“۔ گوا اپنے پر صادق لا کر مردوں میں جی اٹھا۔ (متی ۲۸: ۷؛ مرقس ۱۶: ۷؛ لوقا ۲۴: ۵-۸) چنانچہ قرآن کی آیت۔ (مَتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا) ترجمہ:- ”فوت کرنے والا ہوں تجھ کو۔ اور اٹھانے والا ہوں تجھ کو طرف اپنی اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان لوگوں سے کہ کافر ہوئے“۔ کا مصداق ٹھہر کر (بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ) ترجمہ:- ”بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ نے طرف اپنی“۔ یعنی المسیح صعود فرما کر خدا کے پاس بعد موت اور جی اٹھنے کے جا پہنچا (مرقس ۱۶: ۷؛ لوقا ۲۴: ۵۱؛ اعمال ۱: ۹؛ ۳: ۱)۔ تسمتھیں ۱۶: ۳)۔ اور تب سے خداوند المسیح کی پیروی کرنے والوں کا غلبہ کفار پر۔ بلکہ ہر ایک غالب پر شروع ہوا جو قیامت تک رہے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۳۳؛ رومیوں ۸: ۳۷؛ ۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۵۷؛ ۱۔ یوحنا ۴: ۴؛ مکاشفہ ۱۱: ۱۲)۔ کہ جس کا بیان قرآن نے بھی کر دیا ہے (وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ) ترجمہ:- ”اور کرنے والا ہوں لوگوں کو کہ پیروی کریں گے تیری اوپر ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے دن قیامت تک“۔ پس ظاہر ہے کہ خداوند المسیح کے صلیب پر قتل کئے جانے سے اس کی رسالت و مسیحیت کے کاموں میں کچھ زوال نہیں آیا۔ بلکہ آگے کی نسبت اس کا جلال زیادہ ظاہر ہوا۔ اور اس کے مخالف کفار پسپا ہوئے بس اور مغلوب نظر آرہے ہیں۔

اور چونکہ خداوند المسیح مردوں میں سے جی اٹھ کر ابد الابد زندہ ہے۔ اس لیے وہ قیامت مردگان کے پختہ ثبوت کے لیے بموجب انجیل و قرآن علم قیامت یعنی خود قیامت ٹھہر کر موجود ہے۔ (یوحنا ۱۱: ۲۵) ”یسوع نے اس سے کہا۔ قیامت اور زندگی تو میں ہوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا۔“ (۱ کرنتھیوں ۱۵: ۲۰، ۱۳، ۱۲)۔

پس جب مسیح کی منادی کی جاتی ہے کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا تو تم میں سے بعض کس طرح کہتے ہیں کہ مردوں کی قیامت ہے ہی نہیں۔ اگر مردوں کی قیامت نہیں تو مسیح بھی نہیں جی اٹھا۔ لیکن فی الواقع مسیح مردوں میں سے جی اٹھا ہے اور جو سو گئے ان میں سے پہلا پھل ہوا۔ پس چونکہ خداوند المسیح کا جی اٹھنا۔ روحانی۔ جلالی۔ اور ابدی وجود میں ہوا ہے۔ اس لیے وہ دنیا کے آخر تک علم قیامت ہے۔ تاکہ ان لوگوں پر جو قیامت کے منکر ہیں حجت (دلیل) ہو۔ چنانچہ قرآن بھی پاک انجیل سے متفق ہو کر اس امر پر یوں شہادت دیتا ہے۔

(سورۃ زخرف ۶ رکوع آیت ۶۱) (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ)۔

ترجمہ:- ”اور تحقیق وہ (عیسیٰ) البتہ علم قیامت کا ہے۔ پس مت شک لاؤ ساتھ اس کے (یعنی عیسیٰ کے علم قیامت ہونے میں شک نہ کرو) اور پیروی کرو میری یہ ہے راہ سیدھی۔“

اول۔ لفظ ”علم“ کے معنی جو مترجمین قرآن نے علامت کئے ہیں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ ”علم“ کے معنی کسی لغت میں علامت نہیں آئے۔ پس قرآن میں تو صاف ”علم“ لکھا ہے کہ جس کے معنی جاننے کے ہیں نہ کہ علامت کے کیونکہ علامت تو کسی دوسری چیز کی ہو کر تی ہے وہ خود تو اصل چیز نہیں ہوتی۔ اور یہاں قرآن عیسیٰ ہی کو علم کہتا ہے نہ کسی دوسری چیز کو۔ پھر لفظ ”علم“ بھی نہیں کہ جس کے معنی ”جھنڈا“ ہیں۔ لیکن اگر قرآن میں بجائے علم کے لفظ علم بمعنی جھنڈا ہوتا تو وہ بھی اصل چیز پر دلالت کرتا نہ کسی دیگر چیز کی علامت ہونے پر۔ پس جب کہ قرآن میں صاف علم لکھا ہے نہ علم تو بموجب قرآن المسیح وہ شخص ہے جو مردوں میں سے جی اٹھنے کے سبب سے خود علم قیامت ہے نہ کہ علامت قیامت۔

دوئم۔ اگرچہ بعض تفاسیر قرآن میں اس کے اصطلاحی اور لغوی معنی کی موافقت میں بے جا کوشش کی گئی جیسے کہ انہوں نے یہ بنایا کہ (عَلَّمَ

مَا يَعْلَمُ بِهِ) (یعنی علم وہ ہے جس کے ساتھ جانا جاتا ہے) کے معنی میں مجازاً مستعمل ہوا ہے۔ اور اس سے نزول عیسیٰ مراد ہے کہ جس کا ذرا سا اشارہ تک بھی آیت مذکورہ قرآن میں نہیں پایا جاتا۔ اس لیے علم سے نزول عیسیٰ تصور کر لینا بالکل بے جا ان کا خیال خام ہے۔ بالفرض اگر مان لیا جائے کہ (عَلَّمَ مَا يَعْلَمُ بِهِ) کے معنی میں مستعمل ہوا ہے تو بھی اس سے معنی نزول عیسیٰ کے نہیں نکلتے بلکہ یہ کہ عیسیٰ ہے وہ علم قیامت ہے جس میں قیامت جانی جاتی یا ثابت ہوتی ہے۔ پس ثابت ہے کہ بموجب قرآن المسیح وہ شخص ہے جو خود علم قیامت ہے یعنی مردوں میں سے جی اٹھا ہوا شخص۔

سوئم۔ لَعْلَمُ کے لام اور لفظ اِنَّ سے تاکید اور خصوصیت پائی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں (اس کے علاوہ) معانی کے قاعدہ سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے کہ جس سے شک و تردید وغیرہ کا پورا انسداد (روک تھام) ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لکھا ہوا ہے کہ ان مخاطب کے انکار اور شک کو زائل (دور ہونے والا، کم ہونے والا) کرتا ہے اور لام مفتوحہ (وہ حرف جس پر زبر ہو، فتح کیا گیا) سے اس کی زیادہ توضیح (وضاحت) ہو گئی ہے۔ پھر بلا واسطہ ساتھ ہی قیامت کے لیے عیسیٰ کو علم کہنا اور بھی زیادہ لطف رکھتا ہے۔ پس (وَإِنَّهُ لَعْلَمُ لِلْسَّاعَةِ) اور تحقیق وہ (عیسیٰ) علم قیامت کا ہے۔ جملہ خبریہ ہے۔ کہ جس میں شک لانا منع کیا گیا ہے۔ اور لام اور اِنَّ سے از حد خصوصیت و تاکید پائی جاتی ہے۔ کہ جس سے بذات خود عیسیٰ مسیح عین قیامت ہی ثابت ہو کر بلا شک پیش کیا جاتا ہے تاکہ منکران پر حجت (دلیل) ثابت ہو۔ پس خصوصیت و تاکید سے ثابت ہے کہ یہاں قرآن نے عیسیٰ کے نزول کو علم قیامت نہیں کہا مگر خود عیسیٰ ہی کو بہ سبب مردوں میں سے جی اٹھنے کے علم قیامت خصوصیت کے ساتھ کہا ہے۔

چہارم۔ لفظ لِلْسَّاعَةِ بمعنی خاص قیامت صرف اسی جگہ ایک ہی دفعہ قرآن میں آیا ہے جو عام قیامت سے اس قیامت کو الگ کرتا ہے۔ کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ ایک خاص قیامت ہے جو اس عام قیامت کو خود مردوں میں سے زندہ ہو کر ثابت کر رہا ہے۔ اس لیے وہی عیسیٰ علم قیامت ہے۔ نہ کہ اس کا نزول۔

پنجم۔ جملہ فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا۔ ”پس مت شک لاؤ بیچ اس کے“۔ ظاہر کرتا ہے کہ عیسیٰ کے علم قیامت یعنی جی اٹھنے میں شک نہ لاؤ اور ایسا ہی اُس پیش گوئی میں بھی کہا گیا جو عیسیٰ نے اپنے مرجانے اور جی اٹھنے کی نسبت قرآن میں فرمائی ہے۔ دیکھو (سورۃ مریم ۲ کوک آیت ۳۳، ۳۴)۔ (وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ) ترجمہ:- ”اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن اُٹھ کھڑا ہو جی کر۔ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ سچی بات جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔“

اب جائے غور ہے کہ قرآن پھر انہیں الفاظ کو استعمال فرما کے لوگوں کو اس امر میں شک کرنے سے اس طرح منع کرتا ہے۔ (سورۃ زخرف ۶ کوک ۶) (وَإِنَّهُ لَعْلَمُ لِلْسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا)۔ ترجمہ:- ”اور وہ (عیسیٰ) علم قیامت ہے پس مت شک لاؤ بیچ اس کے“۔ اس سے ظاہر ہے کہ جن امور میں لوگ عیسیٰ کی نسبت شک کرتے تھے۔ یعنی عیسیٰ کی موت اور جی اٹھنے میں انہیں میں ان کو شک کرنے سے روکنا اور ان کے شک کو دور کرنا مقصود تھا نہ کہ دیگر امور میں۔ لہذا یہ جملہ مذکور عیسیٰ کی موت اور جی اٹھنے کی نسبت شک و شبہ کرنے کو منع فرما کر نہایت تاکید سے اس

کے مرنے والی اٹھنے کے سبب اس کے علم قیامت ہونے کو ثابت کرتا ہے نہ کہ اس کے نزول کے شک کو کہ جس کی نسبت لوگوں کے شک کرنے کا یہاں بیان ہی نہیں ہوا۔ پس مندرجہ بالا آیت میں علمی قواعد کو ملحوظ رکھنے سے مسیح کا مرکزی اٹھنا خاص قیامت بتایا گیا ہے۔ نہ یہ کہ جیسا محمدی علمائے خیال کیا ہے کہ مسیح کا نازل ہونا قیامت کی علامت ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ (یوحنا ۱۱: ۲۵) میں جو خداوند المسیح نے یہ کہہ کر دعویٰ کیا۔ کہ ”قیامت اور زندگی میں ہوں“ یعنی مظہر اور اصل سبب قیامت کا مین ہوں۔ وہ ہی کچھ انجیل کے موافق قرآن سے بھی ثابت ہے۔ پس جب کہ عیسیٰ موت کے بعد جی اٹھا ہوا شخص موجود ہے تو قیامت عام کا ہونا جو اپنے وقت پر ہوگی بالکل یقینی ہے اس لیے ضرور ہے اس کو ماننا لازم ہے۔

اب جائے غور ہے کہ اگر خداوند المسیح مر نہیں چکا یا موت کے بعد وہ جی ہیں اٹھا تو وہ بموجب قرآن علم قیامت ہی کیونکر ٹھہرا۔ کیونکہ نہ تو کوئی زندہ اور نہ مردہ علم قیامت ہو سکتا ہے۔ لہذا علم قیامت تو وہی ہو سکتا ہے۔ جو موت کے قبضے سے چھوٹ کر یعنی مردوں میں سے زندہ ہو کر ابد آباد اپنے آپ کو زندہ ثابت کرے۔ جیسا کہ خداوند المسیح نے اپنے آپ کو بار بار دکھانے سے زندہ ثابت کیا (مرقس ۹: ۱۶؛ یوحنا ۲۰: ۱۶؛ متی ۲۸: ۹؛ لوقا ۲۴: ۳۴؛ ۱۳: ۳۴؛ ۱۵: ۶؛ اعمال ۱: ۴؛ ۱۱: ۳؛ ۱۲: ۲۶؛ ۱۳: ۳۱؛ ۱۴: ۲۶؛ ۱۵: ۶؛ ۱۶: ۲۶؛ ۱۷: ۱۵؛ ۱۸: ۱۵؛ ۱۹: ۱۳)۔ چنانچہ اس نے اپنے آپ کو روح القدس کے بخشے اور بڑے مخالف شاول کو اپنا مطیع (تابعدار) کرنے کے لیے اپنے آپ کو دکھایا اور اپنے پیروں کو فتح یاب کرنے۔ اور کلیسیا کی افزائش اور پاک انجیل کے ہر جگہ سنائے جانے و کامیاب کرنے سے ہر زمانہ میں اپنے آپ کو زندہ ثابت کرتا رہا ہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ خداوند المسیح کے صلیبی موت سے مرجانے کے سبب اس کے رتبہ و شان میں کچھ فرق نہیں آیا۔ (فلیپیوں ۲: ۱۱) ”اس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا۔ خدا کے برابر ہونے کو قبضے میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا۔ بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی۔ اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا۔ اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ اسی واسطے خدا نے بھی اسے بہت سربلند کیا۔ اور اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا جھکے۔ خواہ آسمانیوں کا ہو۔ خواہ زمینیوں کا۔ خواہ ان کا جو زمین کے نیچے ہیں۔ اور خدا باپ کے جلال کے لیے ہر ایک زبان اقرار کرے۔ کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔“ اور اسی طرح قرآن بھی خداوند المسیح کے حق میں کہتا ہے کہ اس نے **کلمتہ اللہ وروح اللہ** ہو کر مریم بتولہ سے جسم اختیار کیا۔ (دیکھو سورۃ العنبران ۴ کو کوع آیت ۳۹۔ سورۃ النسا ۲۳ کو کوع آیت ۱۶۹) اور رسول اللہ اور عبد اللہ بن گیا۔ (سورۃ نسا ۲۴ کو کوع آیت ۱۷۔ سورۃ زخرف ۶ کو کوع آیت ۵۷۔ ۵۹) اور وہ مر گیا۔ اور جی اٹھا۔ (سورۃ مریم ۲ کو کوع آیت ۳۵، ۳۶۔ العنبران ۶ کو کوع آیت ۳۵، ۳۶۔ العنبران ۶ کو کوع آیت ۴۸۔ سورۃ المائدہ ۱۶ کو کوع آیت ۱۱) اور (بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ) اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی اور (العنبران ۵ کو کوع آیت ۴۵)۔ کے بموجب (وَجِئْهَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ) ”مرتبے والا ہے دُنیا میں اور آخرت میں اور مقربین میں“۔ پس ظاہر ہے کہ اگر خداوند المسیح موت کے قبضے میں مثل دیگر مُردگان کے رہتا تو اس کا رتبہ ہی کیارہتا وہ تو خاک ہی میں مل جانے سے کفار کے برابر ہی ہو جاتا۔

اور اگر وہ جی نہ اٹھتا تو اس کے پیرو قیامت تک کس طرح غالب آسکتے۔ اور اُس کا رتبہ ہی ہر ایک مخلوق پر ہر زمانہ میں ابد الابد کیونکر بلند و بالا رہتا۔ پس کوئی مخلوق المسیح کے مساوی نہیں ہے۔ (مکاشفہ ۱: ۱۸، ۱۷) ”اور اس نے (یعنی المسیح نے) یہ کہہ کر مجھ پر اپنا دہنا ہاتھ رکھا اور کہا کہ خوف نہ کر۔ میں اول اور آخر اور زندہ ہوں۔ میں مر گیا تھا۔ اور دیکھ ابد الابد زندہ رہوں گا۔ موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں۔“

بالفرض اگر مانا جائے کہ محمدی علما کا خیال۔ جو چشم دید اور تواریحی گواہی۔ اور کتب انبیا اور انجیل کے برخلاف ہے درست ہو کہ المسیح قتل نہیں کیا گیا۔ اور نہ صلیب پر مرا۔ اور نہ جی اٹھا۔ تو قرآن کیونکر سچی کتاب مانا جاسکتا ہے۔ جو ایسی بڑی صداقتوں کے برخلاف بیان کرے۔ اور پھر جن کی خود تصدیق کرے انہیں کے برخلاف بھی کہے۔ لہذا ظاہر ہے کہ محمدیوں کی تاویلیں (بچاؤ کی دلیل) تو نہ صرف صداقتوں کا انکار کرتیں بلکہ قرآن کو بھی اعتبار سے گرا دیتی ہیں۔ اس لیے وہ قبولیت کے لائق نہیں۔

سو واضح ہو کہ اگر خداوند المسیح مردوں میں سے جی نہیں اٹھا تو المسیح علم قیامت نہیں ٹھہر سکتا۔ نہ صرف یہ بلکہ تمام انبیاء رسول کہ جنہوں نے المسیح کی موت اور جی اٹھنے کی خبر دی۔ اور خود المسیح کہ جس نے اپنے قتل کئے جانے اور جی اٹھنے کی بار بار خبر دی۔ اور حواریوں کی چشم دید گواہی اور دعویٰ صرف جھوٹا ہی نہیں بلکہ نعوذ باللہ۔ ان سبھوں نے خلق اللہ کو اس امر میں دھوکا دیا۔ اور نیز قرآن کا المسیح کے حواریوں کو۔ انصاری اللہ یعنی خدا کے مددگار۔ صاحب وحی۔ اور رسول اللہ کہنا۔ اور کتب انبیاء و انجیل کا مصدق و محافظ ہونے کا دعویٰ کرنا بالکل غلط و باطل ٹھہرا۔ اب اس امر میں ناظرین ہذا خود انصاف فرما کر فیصلہ دیں کہ صداقت کس طرف ہے۔ اور کیونکر ہم ایک بدیہی (وہ بات جس میں دلیل کی حاجت نہ ہو) علم قیامت کا انکار کر کے منکران قیامت پر حجت (دلیل) ثابت کر سکتے ہیں۔

نویں فصل

خداوندالمسیح کے آسمانی تخت پر بیٹھنے۔ آسمان سے واپس آنے۔ دجال وغیرہ پر فتح پانے۔ مردوں کو جلانے و آخری عدالت کرنے کے بیان میں۔

واضح ہو کہ صحف انبیاء پاک انجیل۔ قرآن اور احادیث سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا کہ خداوندالمسیح مر گیا۔ جی اٹھا۔ اور آسمان پر صعود فرما کر۔ تحیل و تغیر (بدلنا) سے مبرہ (پاک)۔ و علم قیامت ٹھہر کر ابد الابد زندہ ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ وہ حاکم عادل ہو کر۔ دین حق کو غلبہ دینے۔ اور دجال پر فتح پانے اور تمام مُردگان کو اپنی آواز سے جلانے۔ آخری عدالت کرنے۔ اور سزا و جزا دینے کے لیے۔ لاکھوں لاکھ مقدسوں و فرشتوں کے ساتھ آسمان سے واپس آنے والا ہے۔ اور سب مومنین مسیحی و محمدی اس کی آمد ثانی کے انتظار میں ہیں۔ اور اسی سبب سے کئی ایک جھوٹے مسیح بموجب پیش گوئی (متی ۲۴: ۱۷-۳۱)۔ مثل بر کوکب (روشن ستارہ) جو دوسری صدی میں ہوا۔ اور سترہویں صدی کے سبتی سیوی۔ اور اٹھارہویں صدی کے مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ مسیح ہونے کا کیا۔ تاکہ وہ آنے والے مسیح کے بجائے مسیح مانے جائیں۔ پس اگر حقیقی المسیح کے آنے کا وعدہ نہ ہوتا تو یہ لوگ کبھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہ کرتے۔ لہذا اب ہم ان وعدوں کو جو خداوندالمسیح کی آمد ثانی کی نسبت کئے گئے ہیں۔ بائبل۔ اور قرآن و حدیث سے پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین صداقت کو اختیار کریں۔

اوّل۔ خداوندالمسیح کے آسمانی تخت پر بیٹھنے کے باب میں۔

الف۔ (مز مور ۱۱: ۱۰) ”خداوند نے میرے خداوند کو فرمایا تو میرے دہنے ہاتھ بیٹھ جب تک کہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی بناؤں“۔ (مرقس ۱۶: ۱۹) ”غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور خدا کی دہنی طرف بیٹھ گیا۔“

(مکاشفہ ۳: ۲۱) ”جو غالب آئے میں اسے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھاؤں گا۔ جس طرح میں غالب آکر اپنے باپ کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گیا۔“ (مکاشفہ ۱۹: ۴) ”اور چوبیس بزرگوں اور چاروں جانداروں نے گر کر خدا کو سجدہ کیا جو تخت پر بیٹھا تھا۔ اور کہا آمین ہالیویاہ۔“ (اعمال ۷: ۷)

(۵۶، ۵۵) ”مگر اُس نے روح القدس سے معمور ہو کر آسمان کی طرف غور سے نظر کی اور خدا کا جلال اور یسوع کو خدا کی دہنی طرف کھڑا دیکھ کر کہا۔ کہ دیکھو میں آسمان کو کھلا ہوا اور ابن آدم کو خدا کی دہنی طرف کھڑا دیکھتا ہوں۔“

(سورۃ طہ رکوع ۵) (الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی) ترجمہ:- ”رحمن نے اوپر عرش کے قرار پکڑا“۔ (سورۃ فرقان ۵ رکوع

۵۹) (الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَى الْعَرْشِ الرَّحْمَنُ فَسْئَلُ بِهِ

خَبِيرًا)۔ ترجمہ:- ”جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ درمیان ان کے ہے بیچ چھ دن کے۔ پھر قرار پکڑا اوپر عرش کے وہ رحمن ہے۔

پس سوال کر اس کو خبر داری سے“۔ (سورۃ توبہ ۶ رکوع آیت ۱۲۹) (فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ

هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ) ترجمہ:- ”پس اگر پھر جائیں پس کہہ کفایت ہے مجھ کو اللہ نہیں معبود مگر وہ اوپر اس کے توکل کیا میں نے اور وہ ہے

پروردگار تخت بڑے کا“۔

ب۔ (حزقی ایل ۱: ۴، ۵، ۱۵، ۲۰، ۲۲) ”اور میں نے نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اتر سے ایک گرد باد اُٹھی ایک بڑی گھٹا اور ایک آگ جس کی لوئیں

آپس میں لپٹی جاتی تھیں۔ اور اس کے گرد روشنی چمکتی تھی اور اُس کے بیچ میں سے یعنی اُس آگ میں سے صیقل کئے ہوئے پیتل کی صورت جلوہ گر ہوئی

۔ اور اس کے بیچ سے چار جانداروں کی ایک شبیہ نظر آئی اور ان کی شکل یہ تھی۔ کہ وہ انسان سے مشابہ تھے۔ سو جب میں ان جانداروں کو دیکھ رہا تو کیا

دیکھتا ہوں۔ کہ ان جانداروں کے پاس ایک ایک پہیا چار منہ رکھتا ہوا زمین پر ہے۔ جب وہ جاندار چلتے تھے پیسے ان کے ساتھ چلتے تھے اور جب وہ

جاندار زمین سے اُٹھائے جاتے تھے۔ پیسے بھی اُٹھائے جاتے تھے۔ جہاں کہیں روح جانے والی تھی وہ جاتے تھے جدھر روح جانے پر تھی اور پیسے ان کے

ساتھ اُٹھائے جاتے تھے کیونکہ جاندار کی روح پہیوں میں تھی۔ اور اس فضا کی صورت جو ان جانداروں کے سروں کے اوپر تھا ایسی تھی جیسا دہشت

انگیز بلور کا جلوہ ہوتا وہ ان کے سروں کے اوپر پہلا تھا“۔ (حزقی ایل ۱۰: ۱) ”نب میں نے نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ اس فضا پر جو کروبیوں کے سر کے

اوپر تھا ایک ایسی دیکھائی دی جیسا نیلم کا پتھر ہوتا ہے اور اس کا صورت تخت کی سی تھی“۔ (حزقی ایل ۲۶: ۱-۲۸)۔ اور اس فضا سے اونچے پر جو ان کے

سروں کے اوپر تھا تخت کی صورت تھی اور اس کی نمود نیلم کے پتھر کی سی تھی۔ اور اس تخت نما صورت پر کسی انسان کی سی شبیہ اس کے اونچے پر نظر

آئی۔ اور میں نے اس کی کمر سے لے کے اوپر بلندی تک سیدھل کئے ہوئے پیتل کا رنگ اور شعلہ سا جلوہ اس کے درمیان اور گردا گرد دیکھا۔ اور اس کی

کمر سے لے کے نیچے تک میں نے شعلہ کی سی جگلی دیکھی۔ اور چار سو (ہر طرف) ایک جگمگاہٹ تھی۔ جیسی اس کمان کی صورت ہے جو بارش کے دنوں

میں بادل میں دکھائی دیتی ہے۔ ویسی ہی آپس کی اس جگمگاہٹ کی نمود تھی۔ خداوند کے جلال کی صورت کی یہی نمائش تھی“۔

(سورۃ مومن ارکوع آیت ۷) (الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَ

يَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا) ترجمہ:- ”وہ لوگ جو اٹھارہ ہیں عرش کو اور جو کوئی کہ گرد اس کے ہیں پاکی بیان کرتے ہیں ساتھ تعریف رب اپنے کے اور ایمان لاتے ہیں ساتھ اس کے اور بخشش مانگتے ہیں واسطے ان لوگوں کے جو ایمان لائے۔“

(سورۃ الحاقہ ارکوع آیت ۱۷) (وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ)

ترجمہ:- ”اور فرشتے ہوں گے اوپر کناروں اس کے کے اور اٹھائیں گے عرش رب تیرے کا اوپر اپنے دن اٹھ شخص۔“

(سورۃ ہود ارکوع آیت ۷) (وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا) ترجمہ:- ”اور وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو بیچ چھ دن کے اور تھا عرش اس کا اوپر پانی کے تو کہ آزمائے تم کو کون تم میں سے بہتر ہے عمل میں۔“

نوٹ۔ حزقی ایل نبی نے چار جاندار یعنی کروبی (فرشتوں) اور چار پیہ ذی روح تخت کے اٹھانے والے بیان فرمائے۔ اور قرآن نے بھی اٹھ فرشتے یا شخص تخت کے اٹھانے والے بیان کئے ہیں۔ پس حزقی ایل نبی کی کتاب و قرآن کا ایک ہی بیان ہے۔

ج۔ (یسعیاہ ۶: ۱-۹) ”جس برس کہ عزیاہ بادشاہ مر گیا۔ میں نے خداوند کو ایک بڑی بلندی پر اونچے تخت کے اوپر بیٹھے دیکھا اور اس کے لباس کے دامن سے ہیکل معمور ہو گئی۔ اس کے آس پاس سرافیم کھڑے تھے جن میں سے ہر ایک کے چھ چہرے پر تھے اور ہر ایک دو پروں سے اپنا منہ ڈھانپنے تھا اور دوسرے پاؤں ڈھانپنے اور دوسرے وہ اڑتا تھا اور ایک نے دوسرے کو پکارا اور کہا قدوس قدوس قدوس رب الافواج ہے ساری زمین اس کے جلال سے معمور ہے۔“ الخ۔

(یوحنا ۱۲: ۴۱) ”یسعیاہ نے یہ باتیں اس لیے کہیں کہ اس کا (یعنی یسوع کا) جلال دیکھا اور اس نے اسی کے بارے میں کلام کیا۔ (مکاشفہ ۴: ۸۰۲)۔ فوراً میں روح میں آگیا۔“

اور کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان پر ایک تخت رکھا ہے اور اس تخت پر کوئی بیٹا ہے۔ اور ان چاروں جانداروں کے چھ چہرے پر ہیں اور چاروں طرف اور اندر آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔ اور رات دن بغیر آرام لیے یہ کہتے رہتے ہیں کہ قدوس قدوس قدوس خداوند خدا قادر مطلق جو تھا جو ہے اور جو آنے والا

ہے۔“ (مکاشفہ ۵: ۱۱-۱۲) ”اور جب میں نے نگاہ کی تو اس تخت اور ان جانداروں اور بزرگوں کے گرد اگر بہت سے فرشتوں کی آواز سُنی جن کا شمار لاکھوں اور کروڑوں تھا۔ اور وہ بلند آواز سے کہتے تھے کہ ذبح کیا ہوا برہ ہی قدرت اور دولت اور حکمت اور طاقت اور عزت اور تعجید اور حمد کے لائق ہے۔ پھر میں نے آسمان اور زمین کے نیچے کی اور سمندر کی سب مخلوقات کو یعنی ساری چیزوں کو جو ان میں ہیں یہ کہتے سنا کہ جو تخت پر بیٹھا ہے اس کی اور برے کی حمد اور عزت اور تعجید اور سلطنت ابد الابد ہے۔ اور چاروں جانداروں نے آمین کہی اور بزرگوں نے گر کر سجدہ کیا۔“

سورۃ زمرہ (کوع ۷۷) (وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

ترجمہ:- ”اور دیکھے گا تو فرشتوں کو گھیرے ہوئے گرد عرش کے پاکی بیان کرتے ہیں ساتھ تعریف پروردگار اپنے کے۔ اور فیصل کیا جاتا ہے درمیان ان کے ساتھ حق کے اور کہا گیا سب تعریف واسطے اللہ کے ہے پروردگار عالموں کے۔“

دوئم۔ خداوند المسیح کے آسمان پر سے واپس آنے کے باب میں۔

(دانی ایل ۷: ۱۳-۱۴) ”میں نے رات کی روتیوں کے وسیلے دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا۔ اور قدیم الایام تک پہنچائے اسے اس کے آگے لائے اور تسلط اور حشمت اور سلطنت اُسے دی گئی۔ کہ سب قومیں اور امتیں اور مختلف زبان بولنے والے اس کی خدمت گزاری کریں۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اس کی مملکت ایسی جو زائل نہ ہوگی۔“ (متی ۲۴: ۳۰، ۳۱) ”اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ اور اب آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔ اور وہ نرسنگے کی بڑی آواز کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجے گا۔ وہ وہ اس کے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کے اس سرے سے اس سرے تک جمع کریں گے۔“

(دانی ایل ۷: ۹) ”میں یہاں تک دیکھتا رہا کہ کرسیاں رکھی گئیں اور قدیم الایام بیٹھ گیا اس کا لباس برف سافید تھا اور اس کے سر کا بال صاف ستھرے ان کی مانند۔ اس کا تخت آگ کے شعلہ کی مانند تھا۔ اور اس کے پیسے جلتی آگ کی مثل تھے۔“ (متی ۲۵: ۳۱، ۳۲) ”جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائے گی۔ اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔“ (نیز دیکھو مرقس ۱۳: ۲۶؛ لوقا ۲۱: ۲۷) (۱۔ تھسلیونیوں ۴: ۱۶، ۱۷)۔ ”کیونکہ خداوند خود آسمان سے اترے آئے گا۔ اس وقت للکار اور مقرب فرشتے کی آواز سنائی دے گی۔ اور خدا کا نرسنگا پھونکا جائے گا۔ اور پہلے تو مسیح میں موئے ہوئے جی اٹھیں گے۔ پھر ہم جو زندہ باقی ہوں گے ان کے ساتھ بادلوں پر اٹھالیے جائے گے۔ تاکہ ہو میں خداوند کا استقبال کریں۔“

اور اس طرح ہمیشہ خداوند کے ساتھ رہیں گے۔ (نیز دیکھو ۲۔ تھسلینکیوں ۱۵: ۱۰؛ مکاشفہ ۱: ۷)۔ ”دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک آنکھ اسے دیکھے گی۔ اور جنہوں نے اسے چھیدا تھا وہ بھی دیکھے گے۔ اور زمین پر کے سارے قبیلے اس کے سبب سے چھاتی پیٹیں گے بیشک۔ آمین۔“ (مکاشفہ ۱: ۷، ۱۸؛ یسعیاہ ۳۵: ۳، ۴) ”کمزور ہاتھوں کو زور دواور ناتوان گھٹنوں کو پائیداری بخشو۔ ان کو جو پکل دے ہیں کہو ہمت باندھو مت ڈرو دیکھو تمہارا خدا سزا اور جزا ساتھ لیے ہوئے آتا ہے ہاں خدا ہی آئے گا اور تمہیں بچائے گا۔“ (۲۔ پطرس ۳: ۳، ۴) ”اور یہ پہلے جان لو کہ اخیر دنوں میں ایسے ہنسی ٹھٹھا کرنے والے آئیں گے جو اپنی خواہشوں کے موافق چلیں گے۔ اور کہیں گے کہ اس کے آنے کا وعدہ کہاں گیا؟ کیونکہ جب سے باپ دادا سوئے ہیں اس وقت سے اب تک سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا خلقت کے شروع سے تھا۔“ (ان کے لیے خداوند کے آنے پر کلیسیا کا یہ جواب ہو گا)۔ (یسعیاہ ۲۵: ۹) ”اور اس روز یہ کہا جائے گا لو یہ ہمارا خدا ہے۔ ہم اس کی راہ تکتے تھے۔ اور اسی نے ہمیں بچایا۔ یہ خداوند ہے ہم اس کے انتظار میں تھے۔ ہم اس کی نجات سے خوش و خرم ہوں گے۔“

(سورة الفجر رکوع آیت ۲۲) (وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا) ترجمہ:- ”اور آئے گا پروردگار تیرا اور فرشتے صف باندھ کر“

(سورة النبا رکوع آیت ۳۸) (يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا) ترجمہ:- ”جس دن کھڑا ہو گا الروح اور فرشتے صف باندھ کر“

نوٹ:- محرمی مفسروں نے غلطی سے الرُّوح اور دیگر فرشتوں میں امتیاز نہ کر کے الرُّوح کو بھی دیگر فرشتوں جیسا مخلوق خیال کر لیا ہے

- حالانکہ خدا کے کلام بائبل کے بموجب وہ فرشتہ جو قرآن میں الرُّوح کہلاتا ہے خدا ہے۔ جو کبھی عہد کے فرشتے اور کبھی خدا کے چہرے کے فرشتے کے نام سے بھی نامزد ہے اور اسی کو یہودی عالم مرا بمعنی کلام بھی کہتے ہیں۔ دیکھو (پیدائش ۱۶: ۷، ۱۰، ۱۳، ۱۱: ۱۳، ۳۲: ۲۲-۳۲؛ ہوسیع ۱۲: ۳-۵؛ خروج ۳: ۲-۱۸، ۳۳: ۱۲، ۲۳: ۲۰، ۲۱: ۱۸، اعمال ۷: ۳۸؛ خروج ۱۳: ۲۱، ۱۴: ۱۹، ۲۴: ۲۰، ۲۱: ۳۳، ۱۴: ۴۰، ۳۴: ۳۸؛ مزموں ۹۹: ۷؛ یسعیاہ ۶۳: ۹، ۹: ۶؛ قضاۃ ۲۱: ۱۳، ۲۴: ۱۸، ۲۱: ۲۴؛ یرمیاہ ۲۳: ۶؛ زکریا ۱۲: ۸-۱۰؛ ملاکی ۱: ۳)۔ پس ظاہر ہے کہ وہ الرُّوح روح اللہ خداوند المسیح خدا کا اکلوتا وازلی بیٹا جو خدا ہے۔ اسی کا ظہور فرشتہ کی صورت میں ہوتا رہا ہے۔ اس لیے وہ فرشتہ ممرایا کلام یا کلمتہ اللہ بھی کہلایا ہے۔ لہذا قرآن نے اس کو مخلوق فرشتوں سے الگ کرنے کے لیے الرُّوح کے نام سے نامزد کیا ہے۔

سوئم۔ خداوندالمسیح کے دجال وغیرہ پر فتح پانے کے بیان میں۔

(۲) تھسلیٹیکوں ۱:۲-۱۲) ”اے بھائیو۔ ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے آنے اور اس کے پاس اپنے جمع ہونے کی بابت تم سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ کسی روح یا کلام یا خط سے جو گویا ہماری طرف سے ہو یہ سمجھ کر خدا کا دن آپہنچا ہے۔ تمہاری عقل دفعتاً پریشان نہ ہو جائے۔ اور نہ تم گھبراؤ۔ کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا۔ کیونکہ وہ دن نہیں آئے گا۔ جب تک کہ پہلے برگشتگی نہ ہو۔ اور وہ گناہ کا شخص یعنی ہلاکت کا فرزند ظاہر نہ ہو۔ جو مخالفت کرتا ہے اور ہر ایک سے جو خدا یا معبود کہلاتا ہے اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے مقدس میں بیٹھ کر اپنے آپ کو خدا ظاہر کرتا ہے۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ جب میں تمہارے پاس تھا تو تم سے یہ باتیں کہا کرتا تھا۔ اب جو چیز اسے روک رہی ہے۔ تاکہ وہ اپنے خاص وقت پر ظاہر ہو۔ اس کو تم جانتے ہو۔ کیونکہ بے دینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا جاتا ہے۔ مگر اب ایک روکنے والا ہے۔ اور جب تک کہ وہ دور نہ کیا جائے روکے رہے گا۔ اس وقت وہ بے دین (یعنی دجال) ظاہر ہو گا۔ جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلی (جھلک) سے نیست (تباہ) کرے گا اور جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ اور ہلاک ہونے والوں کے لیے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کے ساتھ ہوگی۔ اس لیے کہ انہوں نے حق کی محبت کو اختیار نہ کیا۔ جس سے ان کی نجات ہوتی۔ اسی سبب سے خدا ان کے پاس گمراہ کرنے والی تاثیر بھیجے گا۔ تاکہ وہ جھوٹ کو سچ جانیں۔ اور جتنے لوگ حق کا یقین نہیں کرتے۔ بلکہ ناراستی کو پسند کرتے ہیں۔ وہ سب سزا پائیں۔“ (دانی ایل ۷: ۲۵) ”اور وہ (دجال) حق تعالیٰ کی مخالفت میں باتیں کرے گا اور حق تعالیٰ کے مقدسوں کو تصدیق (ذکھ، تکلیف) دے گا اور چاہے گا کہ وقتوں اور شریعتوں کو بدل ڈالے۔ اور وہ اس کے قبضے میں دیئے جائیں گے یہاں تک کہ ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت گزر جائے گی۔“ (۱ یوحنا ۲: ۱۸) ”اے لڑکو۔ یہ آخری وقت ہے۔ اور جیسا تم نے سنا ہے کہ مخالف مسیح نے آنے والا ہے۔ اس کے موافق اب بھی بہت سے مخالف مسیح پیدا ہو گئے ہیں اس سے ہم جانتے ہیں کہ یہ آخری وقت ہے۔“ (مکاشفہ ۱۳ باب تمام، ۱۴: ۹-۱۲؛ مکاشفہ ۱۱: ۱۹-۱۶) ”پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر ست پر بہت تاج ہیں اور اس کا نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے۔ اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی (مہنگے) کپڑے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کو مارنے کے لیے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے۔ اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کرے گا۔ اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مے کے حوض میں ان کو روندے گا۔ اور اس کی پوشاک اور ان پر یہ نام لکھا ہوا ہے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔“ (مکاشفہ ۲۰: ۷-۱۰) ”اور جب ہزار برس پورے ہو چکے ہوں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہوں گی۔ یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کر کے لڑائی کے لیے جمع کرنے کو نکلے گا ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہو گا۔ اور وہ تمام زمین پر پھیل جائے گی اور مقدسوں کی لشکر گاہ اور عزیز شہر کی چاروں طرف سے گھیر لیں گے۔ اور آسمان پر سے آگ

نازل ہو کر انہیں کھا جائے گی۔ اور ان کا گمراہ کرنے والا ابلیس آگ اور گندھک کی اس جھیل میں ڈال دیا جائے گا۔ جہاں وہ حیوان اور جھوٹا نبی بھی ہو گا۔ اور وہ رات دن ابد الابد عذاب میں رہیں گے۔

(سورۃ نمل۔ ۶ رکوع آیت ۸۲) (وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ) ترجمہ:- ”اور جس وقت آن پڑے گی بات اوپر ان کے نکالیں گے ہم لیے ان کے ایک جانور زمین سے بولے گا ان سے کہ یہ لوگ تھے ساتھ نشانوں ہماری کے نہیں یقین لاتے۔“ (سورۃ کہف ۱۱ رکوع آیت ۹۲) (قَالُوا يَذَّابِقُ الْفَرَسَيْنِ إِنَّ يَاجُوجَ وَ مَا جُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا) ترجمہ:- ”کہا انہوں نے اے ذوالقرنین تحقیق یا جوج اور ماجوج فساد کرنے والے ہیں بیچ زمین کے۔ پس آیا کر دیں واسطے تیرے کچھ مال اوپر اس بات کے کہ کر دے تو درمیان ہمارے اور درمیان ان کے ایک دیوار۔“ (سورۃ انبیاء آیت ۹۶) (حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَاجُوجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ) ترجمہ:- ”یہاں تک کہ جب کھولے جائیں یا جوج و ماجوج وہ ہر اونچان سے دوڑتے ہوں گے۔“

نوٹ۔ (سورۃ نمل ۶ رکوع آیت ۸۲) میں زمین سے نکلے ہوئے جانے کا بیان صرف تھوڑا سا قرآن میں آیا ہے لیکن مفصل بیان اس کا (مکاشفہ کی کتاب کے ۱۳ باب) میں ہے جہاں دو حیوان کے نکلنے کا بیان ہے۔ البتہ قرآن کی نسبت احادیث میں اس کا مفصل بیان ہوا ہے اور یہی دجال ہے۔ جس پر خداوند المسیح فتح پائیں گے۔ ”مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۶۰۔“ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: «مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أُنْذِرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرُ الْكَذَّابُ، إِلَّا إِنَّهُ أَعْوَرُ، وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرٍ، وَمَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ» ترجمہ: اور روایت ہے انس سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے نہیں کوئی نبی گذرا مگر کہ تحقیق ڈرایا ہے اپنی امت کو کانے جھوٹے سے۔ آگاہ ہو کہ دجال کا ناہوگا اور پروردگار تمہارا کانہیں۔“ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے پھر دیکھو (صفحہ ۴۶۳)۔ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ الدَّجَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ... فَبَيَّنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللَّهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ، بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ، وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَىٰ أَجْنَحَتَيْهِ مَلَكَيْنِ... فَيُطْلَبُهُ حَتَّىٰ يَدْرِكَهُ بِبَابٍ لِّدٍ فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَأْتِي عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَبَهُمُ اللَّهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُجَدِّدُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيَّنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللَّهُ إِلَىٰ عِيسَى: إِنِّي قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا إِلَيَّ لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ يَهْتَالِيَهُمْ، فَخَرَّزَ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ

ترجمہ:- ”روایت ہے نواس بن سمعان سے کہا اُس نے ذکر کیا رسول اللہ نے۔۔۔۔۔ بھیجے گا اللہ تعالیٰ مسیح مریم کو بیٹے کو پس اُتریں گے وہ نزدیک منارہ سفید کے جانب مشرقی دمشق کے۔۔۔۔۔ پس نہیں ممکن ہو گا اور نہیں واقع ہو گا۔ کسی کافر کو کہ پائے ہو آدم عیسیٰ کی سے مگر کہ مر جائے اور دم اُن کا پچنے گا جہاں تک پچنے کی نگاہ اُن کی۔ پس ڈھونڈیں گے عیسیٰ دجال کو یہاں تک کہ پائیں گے اس کو دروازہ لُڈ پر۔ پس قتل کریں گے اس کو پھر آئے گی عیسیٰ کے پاس ایک قوم کہ بچایا ہو گا اُن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے شر سے پس پوچھیں گے عیسیٰ ان کے منہ سے گرد و غبار شدت و محنت کا۔ اور خبر دیں گے ان کو درجات اور مراتب ان کے کی کہ پائیں گے بہشت میں درہنگامے کہ عیسیٰ اس طرح سے ہوں گے ناگہاں وحی بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ طرف عیسیٰ کے کہ تحقیق میں نے نکالے ہیں کتنے ایک بندے اپنے نہیں طاقت و قدرت کسی کو اُن سے لڑنے کی۔ پس جمع کر اور محافظت کر میرے بندوں کی لے جا کر طرف کوہ طور کے۔

”مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۳۵۔“ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَأَاهُ عَدُوُّ اللَّهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْبَلْعُ فِي الْمَاءِ، فَلَوْ تَرَكَهُ لَا نَذَابَ حَتَّى يَهْلِكَ، وَلَكِنْ يَقْتُلُهُ اللَّهُ بِيَدِهِ، فَيُزَيِّجُهُمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

ترجمہ:- ”اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے۔۔۔۔۔ پس اُتریں گے عیسیٰ ابن مریم پس امام ہوں گے۔ پس جب دیکھے گا حضرت عیسیٰ کو دشمن خدا کا یعنی دجال گھٹنے لگا گا جیسا نمک گھلتا ہے پانی میں۔ پس اگر چھوڑ دیں حضرت عیسیٰ اس کو بحال خود اور نہ مار ڈالیں تو البتہ گھل جائے یہاں تک کہ مر جائے وہ بن مارے۔ وہ لیکن قتل کرے گا اس کو خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر۔ پس دیکھائیں گے ان کو خون دجال کا اپنے نیزے میں۔ نقل کی یہ مسلم نے۔“

”مظاہر حق جلد ۴۔ صفحہ ۳۶۵۔“ وَيَبْعَثُ اللَّهُ يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ، وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ، فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبْرِيقَةٍ، فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا، وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ: لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ

ترجمہ:- ”روایت ہے نواس بن سمعان سے کہا ذکر کیا رسول ﷺ نے اور بھیجے گا اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو کہ نام دو قبیلوں کا ہے اور وہ ہر زمین بلند سے دوڑیں گے پس گذریں گے پہلے ان کے یعنی اول جماعت اوپر تالاب طبریہ کے پس پی جائیں گے جو کچھ اس میں ہو گا پانی اور گذرے گی جماعت ان کی کہ پیچھے آئے گی ان سے پس کہیں گے وہ کہ تحقیق تھا اس میں کبھی پانی پھر چلیں گے یہاں تک کہ پہنچیں گے طرف جبل خمر کے کہ نام ایک پہاڑ کا ہے بیت المقدس میں۔ پس کہیں گے یاجوج و ماجوج کہ تحقیق قتل کیا ہم نے ان شخصوں کو کہ زمین میں تھے۔ آؤ پس چاہیے کہ قتل کریں ہم ان شخصوں کو کہ آسمان میں ہیں۔ پس پھینکیں گے تیر اپنے طرف آسمان کی پس پھیرے گا اللہ تعالیٰ ان پر تیر ان کے رنگے خون میں۔ اور رد کئے جائیں گے نبی اللہ

کے یعنی حضرت عیسیٰ اور یار اُن کے یعنی اُس اُمت کے مومن کوہ طور پر یہاں تک کہ ہو گا۔ سربیل کا واسطے ایک ان کے بہتر سودیناروں سے واسطے ایک تمہارے کے آج کے دن پس رغبت کریں گے نبی اللہ کے عیسیٰ اور یار اُن کے۔ پس بھیجے گا اللہ تعالیٰ ان پر (یا جوج ماجوج پر) کیڑے ان کی گردنوں میں۔ پس ہو جائیں گے مردہ مانند مردے ایک جان کے۔ پھر اتریں گے پیغمبر خدا عیسیٰ اور اتریں گے یار اُن کے طرف زمین کی۔ پس نہیں پائیں گے زمین پر جگہ ایک بالشت مگر کہ بھر دیا ہو گا اس کو چربی اور بد بو ان کی نے۔ پس رغبت کریں گے نبی خدا کے عیسیٰ اور یار اُن کے طرف اللہ کی۔ پس بھیجے گا اللہ جانور پرند کہ گردنیں ان کی مانند گردنوں اونٹ بختی کے ہوں گی۔ پس اٹھائیں گے وہ جانور ان کو اور پھینک دیں گے ان کو جہاں چاہا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ ڈال دیں گے جانور اُن کو نہیل میں اور جلادیں گے مسلمانوں کمانوں اُن کی سے اور تیروں اُن کے سے اور ترکشوں ان کے سے ساٹھ (۶۰) برس پھر بھیجے گا اللہ تعالیٰ ایک بڑا مینہ کہ نہیں چھپائے گا کسی چیز کو اس مینہ سے گھر مٹی اور پتھر کا اور نہ گھر صوف کا۔“ الخ۔ دیکھو (حزقی ایل نبی کی کتاب کا ۳۸، ۳۹ باب)۔ کہ جہاں سے یہ قصہ کسی قدر تبدیلیات کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

چہارم۔ خداوند المسیح کا مردوں کو جلانا اور آخری عدالت کرنے کے باب میں۔

(یوحنا ۵: ۲۱-۲۹) ”کیونکہ جس طرح باپ مردوں کو اٹھاتا اور زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح بیٹا بھی جنہیں چاہتا ہے زندہ کرتا ہے۔ کیونکہ باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اس نے عدالت کا سارا کام بیٹے کے سپرد کیا ہے تاکہ سب لوگ بیٹے کی عزت کریں جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں جو بیٹے کی عزت نہیں وہ باپ کی جس نے اسے بھیجا عزت نہیں کرتا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سُننا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اس کے ہے۔ اور اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وقت آتا ہے بلکہ ابھی ہے کہ مردے خدا کے بیٹے کی آواز سنیں گے وہ جنیں گے۔ کیونکہ جس طرح باپ اپنے آپ میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی بخشا کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے۔ بلکہ اسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا۔ اس لیے کہ وہ آدمزاد ہے۔ اس سے تعجب نہ کرو۔ کیونکہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اس کی (المسیح کی) آواز سن کر نکلے گے۔ جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے لیے اور جنہوں نے بدی کی ہے سزا کی قیامت کے لیے۔“ (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۲۱، ۲۲) ”کیونکہ جب آدمی کے سبب سے موت آئی تو آدمی ہی کے سبب سے مردوں کی قیامت بھی آئی۔ اور جیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی مسیح میں سب زندہ کئے جائیں گے۔“ نیز دیکھو (مکاشفہ ۲۰: ۱۱-۱۵)۔

(مکاشفہ ۶: ۱۵-۱۷) ”اور زمین کے بادشاہ اور امیر اور فوجی سردار اور مالدار اور زور آور اور تمام غلام اور آزاد پہاڑوں کی غاروں اور چٹانوں میں جا چھپے۔ اور پہاڑوں اور چٹانوں سے کہنے لگے کہ ہم پر گر پڑو۔ اور ہمیں اس کی نظر سے جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور برے کی غضب سے چھپالو۔ کیونکہ ان کے غضب کا روز عظیم آپہنچا اب کون ٹھہر سکتا ہے۔“ (متی ۲۵: ۳۱-۳۶) ”جب ابن آدم نے اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے تو اس وقت وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھ گا۔ اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا

کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور بکریوں کو بائیں کھڑا کرے گا۔ اس وقت بادشاہ اپنی دہنی طرف والوں سے کہے گا کہ آؤ۔ میرے باپ کے مبارک لوگوں۔ جو بادشاہت بنائے عالم کے وقت سے تمہارے لیے تیار کی گئی ہے اُسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پر دیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اُتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا تم میرے پاس آئے۔ تب راستباز جواب میں اس سے کہیں گے۔ اے خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا۔ یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا۔ ہم نے کب تجھے پر دیسی دیکھ کر گھر میں اُتارا۔ یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا۔ ہم کب تجھے بیمار یا قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے۔ بادشاہ جواب میں ان سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے میرے ان سب سے چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا اس لیے میرے ہی ساتھ کیا۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا۔ اے ملعونو میرے ساتھ سے اس ہمیشہ کی آگ میں چلے جاؤ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لیے تیار کی گئی ہے کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پر دیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اُتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ بھی جواب میں کہیں گے۔ اے خداوند ہم نے کب تجھے بھوکا یا پیاسا پر دیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر تیری خدمت نہ کی۔ اس وقت وہ ان سے جواب میں کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ نہ کیا اس لیے میرے ساتھ نہ کیا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے۔ مگر راستباز ہمیشہ کی زندگی۔“

(مکاشفہ ۹: ۱۷-۱۸) ”ان کے بعد جب میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ہر ایک قوم اور قبیلے اور امت اور زبان کی ایک بڑی بھیڑ جسے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ سفید جامے پہنے اور کھجور کی ڈالیاں اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے تخت اور برے کے آگے کھڑی ہے۔ اور بڑی آواز سے چلا چلا کر کہتی ہے۔ کہ نجات ہمارے خدا کی طرف سے ہے جو تخت پر بیٹھا ہے۔ اور برے کی طرف سے اور سارے فرشتے اس تخت اور بزرگوں اور چاروں جانداروں کے گرد اگر دکھڑے ہیں۔ پھر وہ تخت کے آگے منہ کے بل گر پڑے اور خدا کو سجدہ کر کے کہا۔ آمین حمد اور تعجید اور حکمت اور شکر اور عزت اور قدرت اور طاقت ابد الابد ہمارے خدا کی ہو۔ آمین۔ اور بزرگوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا۔ یہ سفید جامے پہنے ہوئے کون ہیں۔ اور کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے خداوند تو ہی جانتا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا یہ وہی ہیں جو اس بڑی مصیبت میں سے نکل آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے برے کے خون سے دھو کر سفید کئے ہیں۔ اسی سبب سے یہ خدا کے تخت کے سامنے ہیں اور اس کی مقدس میں رات دن اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جو تخت پر بیٹھا ہے۔ وہ اپنا خیمہ ان کے اوپر تانے گا۔ اس کے بعد نہ کبھی ان کو بھوک لگے گی نہ پیاس اور نہ کبھی ان کو دھوپ ستائے گی نہ گرمی۔ کیونکہ جو برہ تخت کے بیچ میں ہے وہ ان کی گلہ بانی کرے گا اور انہیں آب حیات کے چشموں کے پاس لے جائے گا۔ اور خدا ان کی آنکھوں کے سب آنسو پونچھ دے گا۔“

اب متذکرہ بالا آیات کو ذیل کی آیات قرآن و احادیث سے مقابلہ کرو۔

(سورۃ ق ۳ رکوع آیت ۴۱-۴۲) (وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ

یَوْمُ الْخُرُوجِ) ترجمہ:- ”اور سنو اُس دن کہ پکارے گا پکارنے والا مکان نزدیک سے۔ اُس دن کہ سنیں گے آواز تند ساتھ حق کے۔ یہ دن ہے نکلنے کا قبروں سے۔

(مقابلہ کرو یوحنا: ۵: ۲۱-۲۹۔ تک سے)

”مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۸۴“۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ

فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا ترجمہ:- ”روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے۔ قسم ہے اُس خدا کی بقائے جان میری کا اس کے ہاتھ میں ہے۔ تحقیق اتریں گے تم عیسیٰ بیٹے مریم کے در حال یہ کہ حاکم عادل ہوں گے۔

”مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۴۴“۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ، مَرَضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَعُودُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِي فَلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ؟ يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَطَعْتَنِيكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، وَكَيْفَ أَطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنََّّهُ اسْتَطَعَكَ عَبْدِي فَلَانٌ فَلَمْ تَطْعِمْهُ؟ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي؟ يَا ابْنَ آدَمَ، اسْتَغْفَيْتَنِيكَ فَلَمْ تَسْقِنِي. قَالَ: يَا رَبِّ، كَيْفَ أَسْقِيكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ؟ قَالَ: اسْتَغْفَاكَ عَبْدِي فَلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ، أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذَلِكَ عِنْدِي رَوَاكَ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روز قیامت فرمائے گا: ”اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں آپ کی عیادت کیسے کرتا جبکہ آپ رب العالمین ہیں؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں آپ کو کھانا کیسے کھاتا جبکہ آپ رب العالمین ہیں؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو اس (کے اجر) کو میرے پاس پاتا؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔“ وہ عرض کرے گا: ”اے میرے رب! میں آپ کو پانی کیسے پلاتا جبکہ آپ رب العالمین ہیں؟“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

”میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں پلایا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس (کے اجر) کو میرے پاس پاتا۔“ (رواہ مسلم)

پس خداوند المسیح جو عہد کافرشتہ اور خدا کے چہرے کافرشتہ اور ابن آدم ہے۔ کلمتہ اللہ اور روح اللہ ہونے سے اپنے میں ذات الہی بھی رکھتا ہے۔ دیکھو (دانی ایل ۷: ۱۳؛ حزقی ایل ۱: ۲۶؛ متی ۲۴: ۳۰، ۲۶: ۲۶؛ مکاشفہ ۱: ۷، ۱۳)۔ کہ جس کی نسبت لکھا ہے۔ (کلیوں ۲: ۹) ”کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔“ (رومیوں ۹: ۵) ”اور جسم کی رو سے مسیح بھی انہیں میں سے ہوا جو سب کے اوپر اور ابد تک خدائے محمود ہے۔ آمین۔“ اور اسی خداوند المسیح کی نسبت صحف انبیاء انجیل۔ قرآن۔ اور احادیث گواہی دے رہے ہیں۔ کہ وہ مر گیا۔ (مَتَوَفِيكَ)۔ (تَوَفِيَّتَنِي)۔ تیرے روز جی اٹھا۔ (اُبْعَثْ حَيًّا)۔ اور علم قیامت ٹھہر (وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِّلسَّاعَةِ) اور آسمان کی طرف اٹھایا گیا (وَرَفَعَكَ إِلَىٰ بَلَدٍ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ)۔ وہی خداوند المسیح جو کلمتہ اللہ اور روح اللہ ہے۔ بموجب بیان ”تفسیر رحمانی“ (فوق اہدالعرض) ہے۔ اور بموجب بیان انجیل و قرآن وہ لاکھوں لاکھ فرشتوں اور مقدسوں کے ساتھ آنے والا ہے۔ (وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا)۔ یَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا)۔ تاکہ ہر ایک کو سزا و جزا دے۔ (مز مور ۲: ۱، ۲، ۷، ۸، ۱۲) ”قویں کس کے لیے جوش میں ہیں اور لوگ کیوں باطل خیال کرتے ہیں۔ زمین کے بادشاہ سامنا کرتے ہیں اور سردار آپس میں خداوند کے اور اس کے مسیح کے مخالف منصوبے باندھتے ہیں۔ میں حکم کو آشکار کو دوں گا کہ خداوند نے میرے حق میں فرمایا تو میرا بیٹا ہے۔ میں آج کے دن تیرا باپ ہوا مجھ سے مانگ کہ میں تجھے قوموں کا وارث کروں گا اور زمین سراسر تیرے قبضے میں کر دوں گا۔ خوشی کرو بیٹے کو چومو تانہ ہو کہ وہ بیزار ہو اور تم راہ میں ہلاک ہو جاؤ جب اس کا قہر جلد بھڑکنے کو ہے مبارک وہ سب جن کا توکل اس پر ہے۔“

اے ناظرین اسی خداوند المسیح کے حق میں لکھا ہے۔ کہ اس کے پیروں قیامت تک کفار پر غالب رہیں گے۔ اور وہ آکر دین کو غلبہ دے گا۔ اور سب مومنین کو دجال دشمن خدا سے بچائے گا۔ اور دجال اس کے منہ سے دم سے ہلاک ہو گا۔ فَيُنْزِلُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّهُمْ، فَإِذَا رَأَاهُ عَدُوُّ اللَّهِ ذَابَ كَمَا يَذُوبُ الْبَلَحُ فِي الْمَاءِ۔ اور پھر یہ کہ اُسی خداوند المسیح کی آواز سے سب مردے جی اٹھیں گے۔ وَاسْتَمِعَ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَلِكِ يَوْمَ الْخُرُوجِ۔ مقابلہ کرو (یوحنا ۵: ۲۱-۲۹) تک سے۔ پس جیسا دانی ایل نبی نے فرمایا اس وقت۔ بعض حیات ابدی کے لیے اور بعض رسوائی اور ذلت ابدی کے لیے

جی اٹھیں گے۔ اور خداوند المسیح حاکم عادل ان کو سزا و جزا کا دینے والا ہو گا۔ جیسا کہ (متی ۲۵: ۳۱-۳۶)۔ بمقابلہ ”مظاہر حق جلد ۲ صفحہ ۴“ سے ظاہر ہے۔

وہی خدا تعالیٰ ہے جو یہ کہہ کر گنہگار لوگوں کو فتویٰ سنائے گا۔ کہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا وغیرہ۔ اور واضح ہو کہ جب سے خداوند المسیح موت پر فتح یاب ہو کر آسمان پر صعود فرما ہوا ہے۔ وہ اپنی فتح یابی کے انعام اپنے لوگوں کو دیتا رہتا ہے اور روح القدس بخش کر انہیں گناہ اور دنیا پر غلبہ بخشتا رہتا ہے۔ (متی ۲۸: ۱۹، ۲۰) اسی کا حکم ہے کہ تمام دنیا میں جا کر سب کو شاگرد بناؤ۔ اور فرماتا ہے کہ راہ اور حق اور زندگی میں ہوں کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔ (یوحنا ۱۴: ۶)۔ اور قرآن (سورۃ المائدہ۔ ۶ رکوع ۳۵) میں کہتا ہے۔

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ)۔ ترجمہ:- ”اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ“۔ اب جائے غور ہے کہ المسیح جیسا زندہ وسیلہ قادر وسیلہ جو سب پر غالب ہے اور کون ہو سکتا ہے۔ ہم مسیحیوں کی امید و انتظار شب و روز یہ ہے۔ جیسا کہ رسول فرماتا ہے (فلپیوں ۳: ۲۰، ۲۱)۔ ”مگر ہمارا وطن آسمان پر ہے اور ہم ایک منجی یعنی خداوند یسوع مسیح کے وہاں سے آنے کی انتظار میں ہیں۔ وہ اپنی اس قوت کی تاثیر کے موافق سے سب چیزیں اپنے تابع کر سکتا ہے۔ ہمارے پست حالی کے بدن کی شکل بدل کر اپنے جلال کے بدن کی صورت پر بنائے گا“۔ (۲۔ کرنتھیوں ۵: ۱) ”کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جب ہمارا خیمہ کا گھر جو زمین پر ہے گرایا جائے گا۔ تو ہم کو خدا کی طرف سے آسمان پر ایک ایسی عمارت ملے گی جو ہاتھ کا بنا ہوا گھر نہیں بلکہ ابدی ہے“۔ (متی ۵: ۸)۔ ”مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں۔ کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے“۔

پس اے ناظرین یاد رکھو کہ قیامت مردگان کی امید جب کہ خداوند یسوع مسیح پر ایمان ہے۔ تو بہت ہی عمدہ اور دونوں جہاں کے لیے فائدہ بخش تاثیر کرتی ہے۔ کیونکہ جو شخص یہ امید رکھتا کہ موت کے بعد وہ جی اٹھے گا۔ اور اپنے سب پوشیدہ و ظاہری کاموں کا خدا کی عدالت میں جواب دہ ہو گا۔ تو وہ خدا اور اپنے ہم جنس انسان سے محبت رکھتا۔ گناہ سے نفرت کرتا۔ اور دن رات پاکیزگی۔ نیکی و بھلائی کے کاموں میں مصروف رہتا ہے۔ وہ مایوس ہو کر ناپاکی و برائی میں اپنی بیش قیمت زندگی اور وقت کو ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ حیات ابدی کی خواہش رکھ کے خداوند المسیح کے کفارہ کے سبب اپنے گناہوں کی معافی پاک کے قیامت کی امید پر موت کو ناچیز بلکہ ایک وصال محبوب کا ذریعہ سمجھ کر خوشی کا نعرہ مارتے ہوئے اس دنیا ناپائیدار سے اپنے آسمانی وطن کو کوچ کر جاتا ہے۔ کاش کہ ہم سب المسیح منجی جہاں پر ایمان رکھتے ہوئے اس امید میں دنیا سے گذر جائیں۔ تاکہ ہم رسوائی اور ذلت کے لیے نہیں بلکہ حیات ابدی کے لیے جی اٹھ کر خداوند المسیح حاکم عادل کی مسند عدالت کے آگے سرفرازی کے لیے کھڑے ہوں۔ اور اس عادل حاکم الحاکمین سے اپنے حق میں یہ فتویٰ سنیں ”آؤ میرے باپ کے مبارک لوگوں۔ جو بادشاہت بنائے عالم سے تمہارے لیے تیار کی گئی ہے اسے میراث میں لو“۔

آمین ثم آمین